www.naqshbandiaowaisiah.com

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

الله
رسول
محمد

مئی
2001

المرشد

ماهنامه
لاهور

حکمرانوں کی غلط حکمتِ عملی نے قوم کو تعلیم، صحت اور انصاف کی سہولیات کے ساتھ پانی سے بھی محروم کر دیا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین   نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

مئی 2001ء (صفر 1422ھ)

جلد نمبر 22   شمارہ نمبر 10

مدیر ——— چوہدری محمد اسلم

نائب مدیر الطاف قادر گھمن

سرکولیشن مینجر رانا جاوید احمد

مجلس ادارت

سرفراز حسین، اعجاز احمد اعجاز

قیمت فی شمارہ 25 روپے   CPL No. 3

اس شمارے میں

اکابرین دیوبند کی پھیلائی ہوئی روشنی کہاں گئی (اداریہ)	محمد اسلم	3
روح اور جسم	امیر محمد اکرم اعوان	4
ولادت نبویؐ	ڈاکٹر لیاقت نیازی	12
حسینیت اور یزیدیت	امیر محمد اکرم اعوان	14
من الظلمت الی النور	مختار احمد	21
ناصحین متوجہ ہوں	امیر محمد اکرم اعوان	23
پانی کے مسائل کا حل	میگزین رپورٹ	29
کاش	اعجاز حشمت خان	31
"پھر سے دیوانے ہوں گے جنوں میں جتلا"	میجر حافظ غلام قادری	33
اسلام اور کالمسٹوں کی دانشوریاں	امیر محمد اکرم اعوان	37
بت شکن	الطاف قادر گھمن	44
غیر معمولی ایکس فیکٹر	عبدالرحمٰن میاں	46
اللہ کی باتیں	ڈاکٹر ظہور الحق	49
من چلے کا سودا	امیر محمد اکرم اعوان	54
درخواست بنام "شاہ امریکہ"	محمد مسعود اختر	59
مذہبی غیرت کا فقدان	لطیف اللہ خان نیازی	61
ایڈیٹر کی ڈاک	سرفراز حسین	63

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات	بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے	برطانیہ۔ یورپ	30 سٹرلنگ پاؤنڈ	150 سٹرلنگ پاؤنڈ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے	امریکہ فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال	750 ریال			

رابطہ آفس۔ اے۔ ٹی۔ ایم۔ بلڈنگ، پل کوریاں۔ سمندری روڈ۔ فیصل آباد۔ فون 668819

ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق   انتخاب جدید پریس۔ لاہور 6314365

ہیڈ آفس۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

اکابرین دیوبند کی پھیلائی ہوئی روشنی کہاں گئی؟

تین روزہ بین الاقوامی جشن دارالعلوم دیوبند کانفرنس 9 اپریل سے 11 اپریل تک جاری رہی۔ ملک کے کئی نامور مذہبی اور سیاسی شخصیات کے علاوہ بیرون ملک ایران' افغانستان' سعودی عرب' متحدہ عرب امارات اور لیبیا کے وفود نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔ بھارت سے بھی قافلے آئے۔ بالآخر نشستند' گفتند' برخاستند کے مصداق یہ کانفرنس بھی اختتام پذیر ہوئی۔ دوسرے مسالک کے پیروکاروں کی طرح مسلک دیوبند نے بھی اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا' غیر مسلموں کی مسلمانوں پر اندھی یلغار پر احتجاج کیا' کچھ مطالبات کئے اور جہاں جہاں سے آئے تھے ادھر کی راہ لی ----- سارا وقت اور روپیہ ضائع گیا........ نمود و نمائش کے کاموں میں یہی ہوتا ہے..... اگر صرف احتجاج ہی مقصود تھا تو وہ روزانہ اخبارات کی زینت بنتا رہتا ہے۔ پھر اتنے لاؤ لشکر اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

بہر حال' "سوچنے والے" لوگوں کی طرف سے اس کانفرنس پر تبصروں اور جائزوں کا ایک سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ امیر تنظیم الاخوان' محمد اکرم اعوان کا تبصرہ جو اخبارات میں چھپا ہے دعوت فکر دیتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

> "جشن دیوبند فراڈ تھا۔ وارثان دیوبند بتائیں کہ وہ روشنی کہاں ہے جو اکابرین دیوبند نے پھیلائی تھی
> صحابہ کرام نے جلسے جلوسوں سے نہیں کردار و عمل سے اسلام پھیلایا تھا۔ عوام ظلم اور ناانصافی کا شکار ہیں۔
> لیڈروں اور مولویوں کی تقریریں اور تصویریں شائع ہونے سے عام آدمی کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔"

مولانا محمد اکرم اعوان نے جو بات کہی ہے یہ صرف دیوبند کانفرنس تک ہی محدود نہیں' اب تک جتنے بھی مسالک نے جلسے کئے ہیں' منتشر امت مسلمہ کو متحد کرنے کے لئے کسی نے بھی اپنے ایجنڈے میں اس کا حل تجویز نہیں کیا ہے۔ عمل تو بعد کی بات لائحہ عمل ہی ابھی تک طے نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ قوم کے منتشر ہونے کی وجوہات پر بھی غور نہیں کیا گیا ہے۔ نعرہ' اسلامی بلاک بنانے اور مسلم امہ کو متحد کرنے کا لگایا جاتا ہے' دعویٰ اپنے مکتب فکر کی اکثریت کا کیا جاتا ہے۔ گفتار و کردار کے تضادات کی موجودگی میں اسلامی بلاک کیسے بن سکتا ہے۔ مسلم امہ کیسے متحد ہو سکتی ہے۔

علم و عرفان کے اس ترقی یافتہ دور میں اپنی اپنی عددی برتری پر ناز کرنے والے اکابرین ملت جب مسلم امہ کو متحد ہو جانے کا درس دیتے ہیں تو بڑا عجیب سا لگتا ہے۔ یہ رویہ پاکستان تک ہی محدود نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ ایران کا وفد بھی زبانی طور پر مسلم امہ کے اتحاد کی بات کرتا ہے' سعودی عرب سے بھی ایسا ہی پیغام آتا ہے لیکن عملی طور پر ایک احمد شاہ مسعود کی حمایت کر کے افغانستان میں مسلمانوں کو مروا رہا ہے' دوسرے نے اپنے ملک میں امریکہ کی فوجی چھاؤنیاں قائم کر رکھی ہیں...... اس رویہ کا نتیجہ ہے کہ ایک ہی ملک کے مسلمان باہم متحد نہیں ہیں۔ ایک ہی مسلک میں مختلف گروپ موجود ہیں۔ یہ تفرقہ بازی اتنی نچلی سطح تک سرائیت کر گئی ہے کہ کسی بھی محلہ کی چند ہزار نفوس کی آبادی آپس میں متحد نہیں رہی۔ اور دکھ تو یہ ہے کہ یہ تقسیم دین کے نام پر روا رکھی گئی ہے۔ جب فرقوں اور مسلکوں کو دین کا درجہ دے دیا جائے تو ایسے میں کوئی فرقہ اپنا دین چھوڑنے پر کیونکر تیار ہوگا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ نام نہاد علماء نے دین کو کاروبار بنا لیا ہے۔ چند ایک دینی جماعتوں کے سوا بیشتر دینی جماعتوں کو لمیٹڈ کمپنیوں کی طرز پر چلایا جا رہا ہے۔ مدرسوں اور جہادی گروپوں کی آڑ میں قوم سے چندے جمع کئے جاتے ہیں اور پھر دینی جماعتوں کے سربراہان ان چندوں پر عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس بات کی صداقت جاننے کے لئے ملک میں دین کے نام پر وجود میں آنے والی تنظیموں اور جماعتوں کے عالی شان دفاتر اور رہنماؤں کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ لینا ہی کافی ہیں۔ یہ لوگ فرقہ واریت کو کچھ اس انداز سے پروان چڑھاتے ہیں کہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیل کر انہیں ایک دوسرے کا مخالف بنا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہر فرقہ کے علماء دوسرے کو کافر قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں ہر مسلک صرف خود کو ہی درست قرار دیتا ہے اور باقی سب کو غلط کہتا ہے اور بعض اوقات تو بات قتل و غارت گری تک پہنچ جاتی ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر آج تک وطن عزیز میں اسلامی نظام کا سورج طلوع نہیں ہو سکا۔ اگر ہماری دینی جماعتوں کے اکابرین اس بات پر مخلص ہوں کہ ملک میں اسلامی نظام رائج ہو تو انہیں دین اسلام کے بنیادی نکات پر متفق ہو کر نفاذ اسلام کی متحدہ جدوجہد کرنی چاہیے۔ کاش ہمارے علمائے دین اس بات پر ہی متفق ہو جائیں کہ ملک میں نظام عدل وہ ہو جس کا حکم اللہ نے دیا اور جس کا نفاذ محمد رسول اللہ ﷺ نے کر کے دکھایا۔ امیر اور غریب کے لئے تعلیم کی یکساں سہولتیں ہوں۔ نظام حکومت اسلام کے اصولوں کے مطابق ہو۔ معاشی نظام سود سے پاک اور دین اسلام کے عین مطابق چلایا جائے اگر دینی جماعتوں کے اکابرین ان بنیادی باتوں پر متفق ہو کر نفاذ اسلام کی مخلصانہ کوشش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں ترقی اور خوشحالی کا دور شروع ہو سکے اور مسائل سے دوچار قوم سکھ کا سانس لے۔۔۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

روح اور جسم

نور ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت قبول کرنے سے نصیب ہوتا ہے اس سے روح میں جان پیدا ہوتی ہے، روح میں زندگی پیدا ہوتی ہے پھر اس کی غذا ہے اللہ و اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ اگر وہ نصیب ہوتی رہے تو روح میں قوت پیدا ہوتی ہے

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ 3-11-2000

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

ویسئلونك عن الروح۔ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا٥

سوال کرنے کے لئے مشرکین مکہ، مدینہ منورہ میں جاتے جہاں یہود کے علماء اور کتاب کے جاننے والے لوگ موجود تھے وہ انہیں اپنی طرف سے ایسے مشکل سوال بتاتے جن کا جواب اللہ کے نبی کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔ انہیں سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ روح کیا ہے؟

یسئلونك عن الروح۔ آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں **قل الروح من امر ربی۔** ان سے کہہ دیجئے کہ روح اللہ کے امر میں سے ہے۔

جس طرح خلق کا ایک عالم ہے جس میں ساری تخلیقات ہیں زمین ہو آسمان ہو عرش ہو فرش ہو انسان حیوان چرند پرند دریا پانی بادل سورج چاند ستارے سب کچھ خلق میں آتا ہے اور اسے ایک عالم کہا گیا **عالم خلق**۔ اس کے ساتھ دوسرا عالم ہے عالم امر۔ جس کے لئے قرآن حکیم میں آتا ہے۔

له الخلق والامر۔ اسی کے لئے خلق بھی اور امر بھی۔ امر، تجلیات صفاتی کا مظہر ہے۔ اللہ کی جو صفات ہیں وہ قدیم ہیں۔ کلام اس کی صفت ہے، علم اس کی صفت ہے، کرم اس کی صفت ہے۔ جتنی صفات باری ہیں، جبار ہے قہار ہے، حساب لینے والا ہے، خالق ہے، رحمان ہے، رحیم ہے یہ ساری صفات جو ہیں ان کی مظہر ہیں۔ اب روح انسانی عالم امر میں سے ہے۔ کیسے ہے؟ کیونکر ہے؟ چونکہ عالم امر جو ہے وہ خلق نہیں ہے، مخلوق نہیں ہے، قرآن بھی صفات باری میں سے ہے اس لئے قرآن مخلوق نہیں ہے۔ قرآن سے مراد یہ جلد یا اوراق یا حروف اور الفاظ نہیں ہیں بلکہ وہ مفاہیم مراد ہیں جن کو ظاہر کرنے کے لئے یہ حروف استعمال ہوئے ورنہ انہی عربی حروف تہجی سے کوئی اور عبارت لکھی جائے تو وہ قرآن نہیں ہوگی۔ قرآن سے مراد وہ مفاہیم اور وہ مقصد ہے جو ان حروف کے اندر مقید ہے اور وہ کلام باری ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے اور اس کی صفتیں مخلوق نہیں ہیں۔ جب کہ روح مخلوق ہے اب یہ غیر مخلوق سے مخلوق کیسے پیدا کی گئی۔ مادہ مخلوق ہے اس سے کروڑوں طرح کی چیزیں تخلیق ہوئیں۔ مخلوق سے ایک اور مخلوق پیدا ہوگئی۔ لیکن عالم امر تو عالم تخلیق سے بالاتر ہے۔ صفات باری کا مظہر ہے، اس سے روح کیسے پیدا کی گئی؟ فرمایا!

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ انسانی علوم بے شمار بھید حاصل کر سکتے ہیں، بے شمار رازوں کو جان سکتے ہیں، بے پناہ تحقیقات کر سکتے ہیں لیکن یہ معاملہ کہ عالم امر سے روح کو کس طرح پیدا فرمایا، اس کا کیا طریقہ ہوا، کس طرح ایجاد فرمایا یہ تمہارے علوم سے بالاتر بات ہے۔ اپنی تمام علمی ترقی کے باوجود تم یہ بات نہیں جان سکتے۔ ہماری جو موجودہ سائنس نے ایک

www.naqshbandiaowaisiah.com

لمبی مدت تک روح کا انکار کیا اور سائنس کا نقطہ نظر یہ تھا۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے۔ اجزا کا پریشان ہونا

سائنس کے نزدیک زندگی کی تعبیر یہ تھی کہ کچھ مخصوص اجزا جب وجود میں جمع ہوتے ہیں تو زندگی باقی رہتی ہے۔ ان میں کمی بیشی ہوتی تو بیماری آتی ہے۔ اعتدال قائم ہو جائے تو بندہ ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن جب وہ زیادہ ڈسٹرب ہو جائیں، ان کا توازن زیادہ بگڑ جائے تو موت آجاتی ہے۔ لیکن اب جب اعضاء کی پیوندکاری شروع ہوئی، مرنے والے کی آنکھیں نکال کر کسی زندہ کو لگا دیں وہ دیکھنے لگا۔ تو ایک دلیل سائنس کے پاس آئی کہ آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت موجود تھی لیکن جس وجود سے نکالی گئی اس میں تو وہ نہیں دیکھ رہی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ ان عناصر کی ترتیب کے علاوہ بھی کوئی اور چیز وجود میں ہے کہ جو زندہ ہے اسے لگائی تو دیکھنے لگ گئی اور جو مر گیا اس کے وجود میں نہیں دیکھ رہی تھی اس کا مطلب ہے کہ روح نام کی کوئی حقیقت ہے۔

حقیقی انسان روح ہے بدن اس کا لباس کہہ لیں، اس کی سواری کہہ لیں، اس کے لئے دنیا میں آنے کا ایک سبب کہہ لیں۔ چونکہ روح ایک جسم لطیف ہے اسے بھوک پیاس گرمی سردی رات دن سے اسے کوئی واسطہ نہیں۔ اسی دار دنیا میں اسے بدن کی ضرورت ہے انسانی وجود میں پہلے بدن کی تخلیق ہوتی ہے۔ جب بدن مکمل ہوتا ہے تو اس میں روح داخل فرمائی جاتی ہے۔ اب روح چونکہ ایک مسافر ہے عالم امر کا اور اس کا جوڑ اس مخلوق سے مادے سے تخلیق کی بھی ایک بڑی کثیف سی حقیقت ہے اس سے کس طرح جوڑا گیا یہ بھی اسی کی حکمت کاملہ ہے۔ اس طرح جوڑا گیا کہ روح اگرچہ مخلوق ہے لیکن روح میں یہ وصف ہے کہ یہ ہمیشہ رہے گی روح انسانی یہ ہمیشہ رہے گی یہ تجلی صفات میں سے ہے اور یہ کبھی فنا نہیں ہوگی۔ اس میں اتنی قوت ہے کہ

روح کی غذا وہ سجدے بنتے ہیں جن میں ذوق بھی ہو

جس ذرہ خاک کو بدن کا حصہ بن کر اس روح سے نسبت پیدا ہوگئی وہ بھی دوام پا گیا وہ بھی ہمیشہ رہے گا۔ اب یہ جہان تو ہمیشگی کے لئے ہے نہیں۔ یہ تو ایک وقفہ کار ہے، ایک وقفہ ہے جس میں بندے کو کام کرنا ہے اور اس کے نتائج اس عالم میں جا کر اسے ملیں گے جو ہمیشہ رہنے کے لئے اللہ نے پیدا فرمایا وہ ہے عالم آخرت۔ روح کا جب پیوند بدن کے ساتھ لگا تو اب چاہیے یہ تھا کہ اس مشت غبار کو وہ روحانی کمالات نصیب ہوتے جو روح کو زیب دیتے ہیں اور ہر آنے والا دنیا میں ان کمالات کو اس صورت کو لیکر پیدا ہوتا۔ بچے میں جب تک شعور نہیں آتا۔ مادی عقل جب تک غالب نہیں آتی تب تک وہ کسی کی برائی نہیں سوچتا، کسی کے خلاف نہیں سوچتا، کسی کا حق دبانے کی نہیں سوچتا، کسی کو تکلیف دینے کی نہیں سوچتا، کسی سے کچھ چھیننے کی نہیں سوچتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔

کل مولد یولد علی فطرة۔ ہر پیدا ہونے والا فطری اصولوں پر اور فطری خصوصیات کو لے کر پیدا ہوتا ہے اس کے بعد معاشرہ اس کے والدین۔ **ثم ابوہ یہودانہ او یومحسنہ او ینصرانہ۔** پھر وہ جس معاشرے میں جن والدین کے ساتھ پلتا بڑھتا ہے۔ اس کی عقل بڑھتی ہے، اس کا مادی شعور بڑھتا ہے، اس کا مادی علم بڑھتا ہے تو والدین کے طریقے کو انتخاب کرتے ہوئے کوئی یہودی ہو جاتا ہے، کوئی نصرانی ہو جاتا ہے، کوئی مجوسی ہو جاتا ہے یعنی جب دنیا میں آدمی وارد ہوتا ہے تو روح کی حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے۔ روح مکلف بالواسطہ ہو جاتی ہے اور براہ راست مکلف بدن ہوتا ہے بذات مکلف جسے کہتے ہیں براہ راست بدن مکلف ہوتا ہے۔ بدن کو گرمی لگتی ہے تو روح تڑپتی ہے، بدن کو سردی لگتی ہے تو روح تڑپتی ہے، بدن کو بھوک لگتی ہے تو روح بے قرار ہوتی ہے، پیاس لگتی ہے تو بے قرار ہوتی ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ آدمی کی مادی آنکھیں اس کا مادی دماغ سوچتا ہے۔ اس کی مادی

www.naqshbandiaowaisiah.com

آنکھیں دیکھتی ہیں۔ بدن کی ضروریات ہوتی ہیں۔ پھر ان کی تکمیل کے لئے وہ ایسے ذرائع اختیار کرتا ہے جو مناسب ہوتے ہیں جس سے اس کا بدن تو پلتا ہے، دولت تو وہ کماتا ہے، عزت کماتا ہے حکومت حاصل کر لیتا ہے لیکن روح چونکہ جسم لطیف ہے اس لئے اس کی غذا اس کی طاقت لطائف میں ہے، لطیف چیزوں میں ہے۔ مثلاً نیکی کی کیفیت صداقت، ایمانداری، نور ایمان اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت یہ جو خلوص سے کی جائے تو یہ روح کی غذا بنتی ہے۔ جس طرح بدن میں حیات روح سے پیدا ہوتی ہے اس طرح روح میں حیات ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ جنہیں ایمان نصیب ہوتا ان کے بارے ایک عرب شاعر نے کہا تھا کہ

اجسامھم قبل القبور قبور

کہ ان کے جسم ان کی ارواح کی قبریں ہیں۔ ان کا وجود زندہ ہوتا ہے، مادی عقل زندہ ہوتی ہے لیکن روح مر چکی ہوتی ہے اور وہ ایک چلتی پھرتی قبر بن جاتے ہیں جسے کسی پر رحم نہیں آتا، جو کسی کی فریاد نہیں سنتی، جسے بھلائی برائی میں تمیز کرنا نہیں آتا بلکہ اس میں ہر چیز دفن ہو چکی ہوتی ہے اور کوئی بھی یہ امید نہیں رکھتا کہ یہ اٹھ کر کوئی کام کرے گا یا بھلائی کرے گی یا اچھا کرے گی۔ اسی طرح ایمان سے محروم وجود جو ہیں وہ قبریں ہیں۔

نور ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت قبول کرنے سے نصیب ہوتا ہے اس سے روح میں جان پیدا ہوتی ہے، روح میں زندگی پیدا ہوتی ہے پھر اس کی غذا ہے اللہ و اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ اگر وہ نصیب ہوتی رہے تو روح میں قوت پیدا ہوتی ہے، طاقت پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات انسان اس حال میں ہوتا ہے کہ کبھی اس پر روح کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ نیکی کرتا ہے، کبھی مادی افکار چھا جاتے ہیں تو برائی کی طرف چلا جاتا ہے لیکن اگر اللہ توفیق دے اور روح کی قوت بڑھتی رہے تو پھر ایک وقت آتا ہے کہ بندہ برائی کو پسند نہیں کرتا اور نیکی کے لئے اسے بھوک لگتی ہے نیکی کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں رواج کے طور پر نمازیں پڑھنا، رسم کے طور پر حج کرنا اور ایک رسم کے طور پر روزے رکھنا یا اپنی شہرت کے لئے پیسے خرچ کرنا یہ چیزیں روح کی غذا نہیں بنتیں۔ روح کی غذا وہ سجدے بنتے ہیں جن میں ذوق بھی ہو وہ قیام بنتے ہیں جن میں خلوص دل کار فرما ہو، وہ اخراجات روح کی غذا بنتے ہیں جو محض اللہ کی رضا کے لئے کئے جاتے ہیں۔ یہ روح اور بدن کا معاملہ بالکل ایسے ہے جیسے مثال کے طور پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ

لوہا انتہائی ٹھوس وجود ہے اور آگ ایک جسم لطیف ہے اب اگر ہم لوہے کو آگ میں رکھ دیتے ہیں تو ایک حد تک وہ گرم ہوتا ہے اس میں آگ کی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر اسے چھوا جائے ہاتھ جلا دے گا لیکن لوہا لوہا ہی رہتا ہے۔ اگر اس پر آگ کا غلبہ ہوتا جائے اور آگ غالب آتی جائے تو پہلے سرخ ہو کر آگ کی شکل، انگارے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، لوہا نظر نہیں آتا آگ ہی آگ نظر آتی ہے اور پھر پگھل کر مائع بن جاتا ہے جو سراپا آتش ہوتا ہے، اس مائع کو جب ہم کسی سانچے میں ڈھالتے ہیں تو پرزہ بن جاتا ہے یا گاڈر بن جاتا ہے یا کوئی چیز بنتا ہے۔ تو جب آگ کا اثر اس سے ختم ہوتا ہے تو لوہا پھر لوہا ہی رہ جاتا ہے۔ یہی حال روح کے اوصاف کا بدن کے ساتھ ہے۔ اگر نور ایمان نصیب ہو اور پھر اطاعت پیامبر ﷺ نصیب ہو تو مادی وجود پر روحانیت کا غلبہ آتا چلا جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ یہ مادہ بھی جسم لطیف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور آپ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آگ سے پیدا کئے گئے جن جسم لطیف ہیں۔ ہمیں نظر نہیں آتے یہ دیواریں ان کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ جس طرح بجلی ایک جسم لطیف ہے دھات سے گزر جاتی ہے، مٹی سے گزر جاتی ہے، اسی طرح جنات بھی گزر جاتے ہیں لیکن یہ کمتر لطیف ہیں۔ بجلی کو ہم نے قابو کر لیا، تاروں میں قید کر لیا، اپنی مرضی سے اس سے مشین چلا رہے ہیں۔ فرشتہ ان سب سے لطیف تر ہے جس کی تخلیق نور سے ہوئی ہے اور نور لطیف تر شے ہے، فرشتے کا وجود نوری ہے اور لطیف تر ہے لیکن جب یہ روحانی کیفیات غالب آتی ہیں تو اس کا معیار ہے محمد ﷺ کی ذات گرامی۔ کہ جب

www.naqshbandiaowaisiah.com

آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو وجود اقدس ﷺ تو مادی تھا، حضور ﷺ بھی آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے اور عالم بشریت میں سے تھے لیکن آپ ﷺ کا وجود عالی روحانیت کے غلبے کی وجہ سے اس قدر شفاف اور لطیف ہو چکا تھا کہ آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے۔

فرشتے جو جسم لطیف ہیں جبرائیل امین علیہ السلام ان کے سردار ہیں اور سب سے اعلیٰ قوت رکھنے والے ہیں قرآن نے انہیں قوی امین کہا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان کی چھت ہے یا انتہا ہے جب وہاں پہنچتے ہیں تو انہوں نے بھی عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اس سے آگے قدم رکھنا میری مجال نہیں ہے اس سے آگے جو تجلیات ہیں وہ مجھے جلا کر راکھ کر دیں گی۔ اگر اس سے آگے میں ایک قدم رکھوں تو میں جھلس جاؤں گا جل جاؤں گا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے کہیں آگے تشریف لے گئے جہاں رب نے چاہا اس سے آگے عرش عظیم ہے اور عرش عظیم کے نو حصے صوفیاء لکھتے ہیں اور بتاتے ہیں لیکن معراج کے بارے ایک ولی اللہ کا ارشاد ہے۔

آنکہ آمد نو فلک معراج او

وہ ہستی جس نے نو عرش معراج میں پار کئے

انبیاء و اولیاء محتاج او

تمام نبی اور تمام اولیاء روحانیت کو اخذ کرنے میں روحانی کیفیات کو حاصل کرنے میں اپنے مادی وجود کو منور کرنے میں اسی ایک ہستی کے محتاج ہیں جو نو عرشوں سے اوپر شب معراج تشریف لے گئے۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ وجود تو آپ ﷺ کا بھی مادی تھا لیکن روحانیت کے غلبے سے اتنا لطیف تر ہو چکا تھا کہ فرشتے وہاں پر نہیں مار سکتے تھے جہاں حضور ﷺ وجود عالی کے ساتھ تشریف لے گئے۔

اب یہ ساری تقسیم جو ہے یہ شروع ہوتی ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ اقدس سے، آپ ﷺ کے قلب اطہر سے بندہ مومن کے

جب بدکاروں کی رائے لی جاتی ہے تو اپنے سے بڑے بدکار کو اپنا پیشوا اور امام مانتے ہیں

قلب تک اگر یہ اوصاف غالب رہیں تو انسان کم از کم انسان رہتا ہے لیکن اگر بارہ گاہ نبوی ﷺ سے تعلق کٹتا جائے، بندہ دور ہوتا چلا جائے، اوصاف روحانی ختم ہوتے چلے جائیں، کمزور ہوتے چلے جائیں تو جس طرح آگ سے دور کرنے سے لوہا واپس اپنی ماہیت میں آنا شروع ہو جاتا ہے اسی طرح انسان بھی واپس اپنی اصل مادی شکل میں آنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر وہ درندوں سے زیادہ خوفناک ہو جاتا ہے اس لئے کہ درندے اگر چیر پھاڑ کرتے ہیں تو فطری ضرورت کے طور پر کرتے ہیں۔ شیر بھوکا ہوگا شکار کرے گا اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو تو جانور اس کے گرد چرتے رہیں گے پرواہ نہیں کرتا لیکن انسان میں ایسی عقل ہے کہ یہ تھوڑی دیر تالیاں بجانے کے لئے، تفریح کے لئے بھی کشت و خون کرتا ہے۔ اپنے ہاں دولت کے انبار لگانے کے لئے مفلسوں اور غریبوں سے ایک ایک لقمہ روٹی بھی چھین لیتا ہے، اپنے گھر کو روشن رکھنے کے لئے لاکھوں دیئے بجھا دیتا ہے۔ لیکن تب جب اس میں روحانی اوصاف کی کمی ہو، اس کی روح قریب المرگ ہو یا بیمار ہو اگر اتنا ایمان بھی اس میں باقی ہو کہ اس کی روح زندہ رہے پھر بھی اسے دوسرے لوگوں کا احساس ہوتا ہے چونکہ انسانیت انس سے ہے اور انس سے مراد ہے محبت۔ اللہ سے محبت، اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت، اللہ کے دین سے محبت، اللہ کے بندوں سے محبت، اللہ کی مخلوق سے محبت۔ روح مردہ ہو جائے تو وہ محبت کی بجائے جبر کا مظہر بن جاتا ہے۔ یہ جسے آج ہم اپنے دکھوں کا علاج سمجھتے ہیں اور جس کا نام ہم نے جمہوریت رکھا ہوا ہے، اس جمہوریت سے جتنے لوگ برسر اقتدار آئے ان میں سے کسی ایک کا کردار بھی قابل تعریف ہے؟ کسی ایک نے دوسروں کے لئے سوچا؟ کسی ایک نے عام آدمی کی بھلائی کی فکر کی ہو؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کی روحیں مردہ ہو چکی ہیں اور جب اکثریت کی بنیاد پر آپ

انتخابات کراتے ہیں تو وہ انہی لوگوں کو چنتے ہیں جو ان سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ جب بدکاروں کی رائے لی جاتی ہے تو اپنے سے بڑے بدکار کو اپنا پیشوا اور امام مانتے ہیں۔ اس میں انہیں کیا فائدہ ہوتا ہے؟ انہیں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی لوٹ مار کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں۔ جب ایک ڈاکو کو سلطنت نصیب ہو جاتی ہے تو ملک بھر کے ڈاکو جہاں جی چاہتا ہے قتل وخون کرتے ہیں جسے جی چاہتا ہے لوٹ لیتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کے ساتھ آج وطن عزیز میں یہی عالم ہے کہ کوئی سبزی لینے جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے، کوئی مزدوری کرنے جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے، عدالت میں پیشی بھگتنے جاتا ہے قتل ہو جاتا ہے، پولیس کی حوالات میں ہوتا ہے قتل ہو جاتا ہے، جیل میں ہوتا ہے قتل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ مسجد میں اللہ کے حضور سجدہ کرنے جاتا ہے تو قتل ہو جاتا ہے۔ حیوانیت اس قدر مضبوط ہوگئی ہے کہ اس نے اب درندگی کا روپ دھار لیا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ ہندو کشمیر میں ظلم کر رہا ہے، ہندو کو ظلم ہی کرنا چاہئے کہ وہ نور ایمان سے محروم ہے، روحانی اوصاف سے محروم ہے اور وہ صرف مادی مفادات کے لئے سوچتا ہے، کوئی مرے یا جیے، ہم یہ کہتے ہیں کہ مغرب کے کفار بڑا ظلم کر رہے ہیں، یہودی بڑا ظلم کر رہے ہیں فلسطین میں۔ دوسری کافر قومیں، بے دین روسی، ظلم کر رہے ہیں شیشان میں، بوسینا میں، بڑا ظلم ہوا، الجزائر میں بڑا ظلم ہوا لیکن یہ سارے ظلم وہ لوگ کر رہے ہیں جن سے عدل کی امید کی ہی نہیں جا سکتی۔

جن کے لئے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور اللہ نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے نبی ﷺ کے دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس لئے کہ **لیظھرہ علی الدین کلہ** ۔ کہ تمام ادیان باطلہ پر یہ غالب آئے اور دنیا سے ظلم کا خاتمہ ہو۔ اگر کوئی مجھ سے بیزار بھی رہتا ہے مجھ پر ایمان نہیں بھی لاتا تو جب تک دنیا میں ہے اسے اس کے انسانی حقوق ملتے رہیں، حساب لینے

حیوانیت اس قدر مضبوط ھوگئی ھے کہ اس نے اب درندگی کا روپ دھار لیا ھے

والا میں ہوں آخر اسے میرے پاس آنا ہے۔

اسے واپس میری بارگاہ میں آنا ہے اور میں اس کا حساب لوں گا۔ مخلوق اسے اس بنا پر ایذا نہ دے کہ جو جلا بخشی خانہ بدوشوں کو، عرب کے بدوؤں کو لیا اور شرف صحابیت سے سرفراز فرما دیا۔ دنیا کے بہترین ادیب، دنیا کے بہترین دانشور، دنیا کے بہترین قانون دان، دنیا کے بہترین جرنیل اور دنیا کے بہترین سپاہی وہی لوگ ثابت ہوئے جن کی ارواح نور محمد ﷺ سے منور ہوگئیں، جن کے قلوب نور مصطفوی ﷺ سے روشن ہوگئے اور جن کے مادی وجودوں پر روحانیت کا اور روحانی اوصاف کا غلبہ ہوگیا، جن کے دن گھوڑے کی پشت پر اور راتیں جائے نماز پر بسر ہو جاتی تھیں۔ یہ تاریخ کا حصہ ہے کہ انہوں نے روئے زمین میں ایک ایسی ریاست بنائی جس کی نظیر نہ اس سے پہلے تھی اور نہ بعد میں قیامت تک ہوگی۔ ہسپانیہ سے چائنہ تک اور سائبیریا سے افریقہ تک ایک ریاست تھی اور ایسی عادلانہ ریاست تھی کہ جس میں کافر کو بھی عدل نصیب ہوتا تھا۔ دس ہزار بڑے بڑے شہر اور پینتیس ہزار نا قابل تسخیر قلعے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں فتح ہوئے۔ چھبیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا اور اس چھبیس لاکھ مربع میل میں کسی عورت کی کراہ سنائی نہیں دیتی، کسی بوڑھے کی آہ سنائی نہیں دیتی، کسی بچے کی آنکھ میں آنسو دکھائی نہیں دیتا، کوئی یہ کہتا سنائی نہیں دیتا کہ مسلمان سپاہ نے یا مسلمان فوج نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔

صرف فتح نہیں کیا بلکہ ان تک عدل اسلامی کو پہنچایا۔ آج ہم جو دعوے دار ہیں وراثت کے اور جو دعوے دار ہیں جانشینی کے اور جو دعوے دار ہیں اسلام کے اور جب ہم توقع کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم پر وہی برکات نازل ہونی چاہئیں جو صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر ہوئیں لیکن ہمارا کردار کیا ہے۔ آج ہم کردار کے آئینے میں کفار سے بدتر ہیں۔

ہندوستان میں کسی مسجد پر بندوقوں کا پہرہ نہیں ہے کہ نمازی قتل نہ ہو جائیں اور وطن عزیز میں اگر بندوقوں والے باہر کھڑے نہ ہوں تو آپ نماز ادا نہیں کر سکتے، پھر کون زیادہ برا ہے۔ ہندوستان میں بڑے سے بڑے آدمی کو عدالت سزا دے دیتی ہے گرفتار کر لیتی ہے۔ یہاں کسی بڑے آدمی کے لئے کوئی قانون ہے ہی نہیں۔ مفلس پھنس جائے تو اسے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے اس کی جمع پونجی بھی لگ جاتی ہے اور ساری عمر بھی خرچ ہو جاتی ہے اور امراء کے لئے کوئی پابندی ہے ہی نہیں بڑے لوگوں کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔

یہ سارا کیوں ہے؟ اس لئے ہے کہ ہم نے نام تو مسلمانوں جیسے رکھ لئے، نام تو ہم نے اپنا آتش فشاں رکھا لیکن حقیقت میں ہم دلدل ہیں۔ ہماری حیثیت ایسی ہے جیسے دلدل ہوتی ہے کہ جو اس پر پاؤں رکھتا ہے وہ بھی غرق ہو جاتا ہے۔ اس عالم میں زندہ لوگوں کی ضرورت ہے، زندہ انسانوں کی ضرورت ہے۔ ان افراد کی ضرورت ہے جن کی روحیں زندہ ہوں۔ ان لوگوں کی ضرورت ہے جن کے دل نور ایمان سے منور ہوں، جن کے سینے میں نور محمد ﷺ جلوہ افروز ہو۔ وہ لوگ جو کسی کے لئے نہیں اللہ کی رضا کے لئے قربان ہو سکیں، وہ لوگ جن کے دلوں میں اتنی آگ ہو کہ وہ چودہ کروڑ دلوں کو گرما سکیں۔ یاد رکھیں غلبہ اسلام کا راستہ مروجہ جمہوریت نہیں ہے۔ اگر مروجہ جمہوریت سے آپؐ مکہ مکرمہ میں الیکشن کروا دیتے تو کیا ریاست نبی ﷺ کے لئے ہوتی یا وہ جو مکے کے باسی تھے ابوجہل کو چنتے۔

عزیزان گرامی! بات یہ ہے کہ اسلام ہی نے جمہوریت دی لیکن اسلام کی جمہوریت کا تصور الگ ہے۔ اسلام میں جمہوریت یہ ہے کہ جس شعبے کی بات ہو رہی ہے اس شعبے کے لوگوں کی اکثریت جس بات پہ متفق ہو جائے، وہ جمہوریت ہے۔ اگر بات عدل کی ہے تو عادل لوگوں کی اکثریت رائے دے۔ اگر بات فقہ کی ہے تو فقہ جاننے والوں کی اکثریت رائے دے۔ اگر بات تفسیر کی ہے تو تفسیر جاننے والوں کی اکثریت رائے دے۔ اگر بات تجارت کی ہے تو تاجروں کی اکثریت رائے دے، اگر بات تعلیم کی ہے تو تعلیمی ماہرین کی اکثریت رائے دے، یہ جمہوریت ہے۔ یہ کون سی جمہوریت ہے کہ مسئلہ تعلیم کا ہے اور ووٹ آپ چرواہوں سے لے رہے ہیں۔ جنہوں نے سکول کا منہ نہیں دیکھا، جنہوں نے کتاب کی شکل نہیں دیکھی۔ جو حروف کو پہچانتے نہیں ہیں ان کی رائے کی وہی حیثیت ہے جو ایک عالم فاضل کی رائے کی حیثیت ہے، یہ دھوکا ہے فریب ہے بدکاروں کا بچھایا ہوا جال ہے۔ جس سے وہ شرفاء کو پھانستے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے عہد کا خود کو پارسا کہنے والا بھی درد دل سے محروم ہو گیا۔ آپ زیادہ دور نہ جایئے۔ تقسیم ملک تک کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے آپ کو ہر عالم میں یہ خصوصیت نظر آئے گی، اس کی سوانح میں یہ بات ملے گی کہ وہ فلاں مرکز تعلیمی سے اپنی تعلیمات مکمل کرنے کے بعد فلاں بزرگ کے پاس تشریف لے گئے اور اتنا عرصہ اُن سے تربیت حاصل کی، ہر عالم جس کی سوانح اٹھا لو۔ آج ہم نے یہ ترقی کر لی کہ آج کا مولوی ذکر الٰہی پر فتوے لگاتا ہے۔ قند کو زہر کہتا ہے اور حیات سے محرومی کو شرف انسانیت سمجھنے لگ گیا۔ جن خانقاہوں سے دلوں کو روشنی اور سینوں کو اجالا جاتا تھا وہاں آج کوے بیٹھے ہیں جو آنے والوں کی کھال نوچتے ہیں، ہڈیاں چباتے ہیں۔

زاغوں کے تصوف میں عقابوں کے نشیمن
جہاں کبھی شاہین ہوا کرتے تھے وہاں آج

کوے ہیں جنہیں نوٹوں سے بوریاں بھرنے کا شوق ہے اور جو خود دین سے محروم اور جن کے سینے خود نور سے خالی ہو چکے۔ تو کیا ان حالات میں اب یہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام اپنے آخری دموں پر ہے۔ ایک بات یاد رکھئے میں نے روئے مین پر پھر کر ان گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہے، جاپان سے امریکہ تک اور چین سے افریقہ تک یہ جو بدکار مسلمان ہیں پاکستان میں، یہ دنیا بھر کے مسلمانوں سے نیک ہیں۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں مسلمان ہیں ان سب میں سے بہتر مسلمان یہاں ہیں۔ ان کا یہ عالم ہے باقیوں کا کیا ہوگا۔ دینی علوم آج پاکستان میں ہیں اور باقی دنیا کے مسلمانوں کو یہاں سے سیکھ کر جانا پڑتا ہے، اس کے باوجود یہاں بے حسی کا یہ عالم

ہے کہ ظلم ہوتے ہیں، اسلام کے نام پر قتل ہوتے ہیں اور اسے دین کی خدمت قرار دیا جاتا ہے، کفر سازی کو اسلام کا ایک شعبہ بنا لیا گیا ہے کہ ہر بندے پر ایک کفر کا فتویٰ لگاتے جاؤ۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر آپ کسی مسلمان کو کافر کہتے ہیں اور وہ شخص کافر ہے نہیں تو پھر کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ کفر کا فتویٰ اگر کوئی دیتا ہے تو رائیگاں نہیں جائے گا یا تو جسے کافر کہا وہ کافر ہے اگر وہ کافر نہیں ہے پھر کہنے والا کافر ہے کہ اس نے ایک مسلمان کو کافر کہا۔ فرد تو کافر نہیں ہوتا اس کے نظریات کافر یا مومن ہوتے ہیں۔ اس نے گویا اسلام کو اسلامی نظریات کو کافر کہا۔ اور قاعدہ فقہی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی کفریہ کلمہ کہتا ہے اور اس کے سو پہلو بنتے ہیں ان میں سے ننانوے پہلو کفر پر دلالت کرتے ہیں لیکن ایک ایسا ہے کہ جس میں گنجائش ہے اس کے مسلمان رہنے کی تو فقہی طور پر اسی ایک پہلو کو اختیار کیا جائے گا، ننانوے نظر انداز کر دیئے جائیں گے۔ آج تو بات بات پر بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے پہ کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پہ اور فضول چیزوں پر اور مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے علماء ہر گزری ہوئی ایجاد کی لکیر پیٹنا کیوں دین کی خدمت سمجھتے ہیں کہ یہ بڑی دین کی خدمت ہے کہ تین چار ٹی وی سیٹ بازار میں رکھ کر توڑ دو یہ شیطانی بکسا ہے۔ تو سب سے بڑا شیطانی بکسا تو انسان کی زبان ہے، یہ بڑے جھوٹ بولتی ہے تو پھر سب لوگوں کی زبانیں کاٹ دو سب سے بڑا گناہ کا بکسا تو انسان کا وجود ہے، دنیا میں کوئی بندہ زندہ نہ رہنے دو، وجود ہو گا ہی نہیں گناہ کہاں سے ہو گا۔ اگر ٹیلی ویژن پر بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے تو علماء کو چاہئے کہ وہ متحد ہو کر اس پر قرآن کا درس جاری کرائیں، اس پر حدیث شریف کے درس جاری کرائیں، اس پر بچوں کی تعلیمات جاری کرائیں، اس پر تاریخ اسلام جاری کرائیں، اس پر اخلاقیات کے درس جاری کرائیں۔ ایک ایجاد ہے اگر اسے آپ برائی پر استعمال کریں گے تو برائی کرے گی نیکی پہ استعمال کریں گے تو نیکی کرے گی اور حیرت ہے کہ علماء کو ٹی وی کا اب خیال آیا جبکہ ساری بے حیائی ٹی وی سے گزر کر کمپیوٹر میں چلی گئی ہے۔ یہ اب ٹی وی توڑ رہے ہیں جبکہ ساری بے حیائی کمپیوٹر میں ہے اور اس بے حیائی کے ساتھ اگر کمپیوٹر کو مثبت استعمال کیا جائے تو بے پناہ کام بھی کرتا ہے۔ بالکل یہی مثال ہے جیسے کلاشنکوفیں آپ کی فوج کے پاس بھی ہیں، پولیس کے پاس بھی ہیں، ڈاکوؤں کے پاس بھی ہیں، ڈاکو اس سے قتل کرتا ہے لوٹتا ہے ظلم کرتا ہے، آپ کلاشنکوف ختم کر دیں گے تو آپ کی فوج کہاں سے لے گی آپ دفاع کس سے کریں گے۔ یعنی ایجاد فی نفسہٖ خراب نہیں ہے اس کا استعمال خراب ہے۔ اگر دس ٹی وی کسی ایک شہر میں جلا دیں گے تو دنیا سے ٹیلی ویژن ختم ہو جائے گا، اس کے پروگرام ختم ہو جائیں گے؟ آپ مقابلے میں اسلامی اقدار پیش کریں اور پھر کوئی مولوی ایسا میری سمجھ میں نہیں ہے جسے ٹی وی پر بلایا گیا ہو اور تشریف نہ لے گیا ہو، اس وقت حلال ہو جاتا ہے۔ یعنی جب لوگوں کا رشتہ نور ایمان سے منقطع ہو رہا ہے جب کوئی مر رہا ہے آپ اس کے بازو ٹانگیں ٹٹول رہے ہیں کہ وہ کوئی چھت سے گر گیا تھا وہ بے چارہ مر گیا تو ایک دیکھنے والے نے ٹانگیں بازو ٹٹول کر کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ کوئی بازو نہیں ٹوٹا ٹانگ نہیں ٹوٹی۔ وہ تو مر گیا اب ٹانگ سلامت ہو گی تو کیا ہو گا بازو سلامت رہے تو کیا فائدہ۔ تو جزوی چیزوں میں لوگوں کو پھنسا کر اور عبادات کو دین قرار دے کر کہ تم عبادت کرو باقی کام رب خود کر لے گا۔ میرے بھائی عبادت اللہ کی فرض کی ہوئی عبادت بہت ضروری ہے اور نفلی عبادت جتنی نصیب ہو بندہ کرے۔

نبی ﷺ کو ایک خادم نے عرض کیا ایک صحابی تہجد کے وضو پہ مقرر تھے وضو کروا رہے تھے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جس طرح یہاں میں آپ ﷺ کی خدمت میں ہوں آخرت میں بھی مجھے آپ ﷺ کی خدمت اور آپ ﷺ کا ساتھ نصیب ہو گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تیری یہ آرزو ہے تو تہجد سے میری مدد کیا کر۔ تاکہ میرا کام آسان ہو جائے تجھے میں ساتھ لے جا سکوں۔ عبادت کی برکت لیکن اس فرد کے لئے ہے کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کم عبادات کرتے تھے انہیں بدر و احد میں کیوں

اترنا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ کم عبادت فرماتے تھے آپ ﷺ کو شمشیر بکف کیوں ہونا پڑا۔ مولانا! آج زمانہ کفر اور اسلام کی جنگ کا ہے زندوں اور مردوں کے مقابلے کا ہے آج وقت آ گیا ہے کہ زندہ رہنے والے لوگ اپنے زندہ رہنے کا ثبوت پیش کریں اور اللہ کی مخلوق کو مردوں کے تسلط سے آزاد کرائیں۔ یہ مت بھولیے کہ اسلام ختم ہونے کے لئے دنیا میں نہیں آیا۔ جب تک سورج کا طلوع غروب باقی ہے تب تک اسلام باقی رہے گا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی، اس لئے اسلام کے مستقبل سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں ہم اپنے مستقبل سے مایوس ہو سکتے ہیں کہ اسلام کو چھوڑ کر ہم فنا ہو جائیں گے، اسلام اللہ باقی رکھے گا۔

عسی ان یاتی اللہ بقوم کسی اور قوم کو پیدا کر دے گا کھڑا کر دے گا جو اسلام کے لئے ایمان سے اپنے دل روشن کر لے گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ زندہ کو مردوں کی تعداد سے خوف زدہ ہونا چاہئے۔ میں اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا کہ دین حق کی آواز دبانے والے دنیا میں کتنے ہیں اس لئے کہ وہ سارے مردہ ہیں۔ اور دین کی تائید میں جانیں نثار کرنے والے زندہ لوگ ہیں اور زندہ مردوں سے مار نہیں کھاتے۔ اور اگر اپنے ہی دامن میں زندگی نہ ہو، اپنے ہی دل میں حرارت نہ ہو، اپنے ہی سینے میں روشنی نہ ہو، اپنے ہی سجدے بے ذوق اور قیام بے کیف ۔تو ہم اگر مردو نہ سہی تو مردہ نما تو ہیں، بے ہوش تو ہیں او مردہ نما بھی مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے مردوں کی طرح ہی بے حس پڑے رہتے ہیں۔ ہمارا آج کا مرض یہ ہے کہ ہمارے حاکم ہی مردہ نہیں ہیں بلکہ ہم چودہ کروڑ محکوم بھی کچھ مردہ ہیں کچھ مردہ نما ہیں۔ اسی مردنی سے نجات اور موت سے حیات کا ایک ہی راستہ ہے۔

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کرلو
ملت احمد مرسل کو مقامی کرلو

اپنی بہترین کوشش اس بات پہ صرف کر دو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے سپاہی بن سکیں۔ خلوص دل سے ایک ایک سجدہ دل کے ساتھ دو۔ ایک ایک لمحہ اللہ کے ذکر کے ساتھ بسر کرو، ایک ایک لقمہ احتیاط سے لو لقمہ حلال ہے یا نہیں تب جا کر زندگی نصیب ہوگی۔ اللہ کریم نے فرمایا۔

یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملو صالحا۔ اپنے رسولوں کو جو معصوم عن الخطا تھے خطاب فرماتے ہوئے قانون بتایا کہ صرف حلال ہی نہیں غذا طیب بھی چاہئے پاکیزہ بھی چاہئے حلال ہو اور پاکیزہ بھی ہو اس میں ناپاک بھی شامل نہ ہو تب توفیق عمل ملے گی، تب سجدوں میں ذوق پیدا ہوگا، تب رکوع میں کیف پیدا ہوگا، تب حضوری نصیب ہوگی اور عبادت کے لئے کھڑے ہوگئے تو یہ سمجھ سکو گے کہ میں اللہ کے حضور ہوں۔ لیکن صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم عبادت کرلیں اور ہم فارغ ہوگئے، نہیں! عبادت سے خود کو مزین کرنا اور اشاعت دین کے لئے میدان میں نکلنا یہ لازم و ملزوم ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ دنیا کا سارا کفر متحد ہو کر اسلام کو دبا دینا چاہتا ہے، اللہ کریم یقیناً ایسے لوگ پیدا فرمائے گا، ایسے بندے کھڑے کرے گا جن کو توفیق دے گا جو اپنے خون رگ جاں سے پھر شمع ہدایت روشن کر جائیں گے۔ جن کے وجود پھر اللہ کے نام پر قربان ہوں گے اور جن کی قربانیاں پھر شمع دین کی روشنی کریں گی اور اللہ کی زمین پر پھر سے نظام عدل قائم ہوگا اور پھر سے مردوں کا راج ختم ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی توفیق وہ کسے عطا کرتا ہے۔ وہ کن افراد کو، کن لوگوں کو، کن بندوں کو چن لیتا ہے اپنے کام کے لئے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما کر ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمالے۔ یاد رکھو دونوں عمل لازمی ہیں، اپنی اصلاح کا ہر لحظہ خیال رکھو، ذوق اور شوق سے عبادت کرو، رزق حلال تلاش کرو، حرام کے گوشت سے حلال کی روکھی روٹی بدرجہ اتم اچھی ہے، بہت اچھی ہے، زندہ بھی رہا جا سکتا ہے اور اللہ کی رضا بھی نصیب ہوتی ہے اور لقمہ حرام دل سے نور ایمان کو خارج کر دیتا ہے۔ چونکہ اللہ کا نور اس دل میں نہیں رہتا جس کی پرورش لقمہ حرام سے ہوتی ہے، اس سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے اور امید رکھو کہ اللہ کریم ایسا موقع پیدا کر دے کہ کبھی ہم بھی اپنی گنہگار جان اس کی راہ میں پیش کرسکیں۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ولادت نبویؐ

تحریر۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ سلیمان ندویؒ (سیرت النبیؐ) کی جلد اول کے صفحہ ۱۱۴ پر ظہور قدسی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آ چکی ہیں۔ چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں ہیں۔

لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگان فلک اسی شوق کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخ کہن مدتہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابروباد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجز طرازی موسیٰؑ، جان نوازی مسیحؑ سب اسی لئے تھے کہ یہاں متاع ہائے گراں اور شہنشاہ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔''

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
رحمت کی گھٹائیں پھیل گئی افلاک کے گنبد گنبد پر
وحدت کی تجلی کوند گئی آفاق کے سینازاروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
ہم حق کے علمبرداروں کا ہے اب بھی نرالا ٹھاٹ وہی
بادل کی گرج تکبیروں میں بجلی کی تڑپ تلواروں میں

(مولانا ظفر علی خانؒ)

حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت دو شنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۵۷۱ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی۔ دوشنبہ کا دن تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کا دن ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔ دو شنبہ کی اہمیت حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ میں ملاحظہ ہو:

واقعات	دن
(i) حضورؐ کو نبوت ملی:	دوشنبہ
(ii) ہجرت مدینہ:	دوشنبہ
(iii) مدینہ میں آمد:	دوشنبہ
(iv) دار فانی سے کوچ:	دوشنبہ
(v) ۳۵ برس کی عمر میں حجر اسود کو بیت اللہ میں نصب فرمایا:	دوشنبہ
(vi) معراج نبوی کا دن:	دوشنبہ

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ابن کثیر السیرۃ النبویہ، جلد اول، صفحہ ۱۷۸)

ولادت مبارک سے پہلے ہی آپؐ کے بارے میں تاریخ اسلام کی کتب میں عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں۔ ابھی آپؐ شکم مادر ہی میں تھے تو حضرت آمنہ نے ایک نور دیکھا جو شام کے محلات کو روشن کر رہا تھا۔ یہی نور انہوں نے آپؐ کی ولادت باسعادت کے موقع پر بچشم خود دیکھا تھا۔ ان عجیب و غریب واقعات سے حضور اکرمؐ کی عظمت وجلالت پر روشنی پڑتی ہے۔

حضور اکرمؐ کی ولادت مبارک کے وقت حضرت آمنہ کے پاس چند خواتین تھیں جن میں عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ بھی تھیں۔ ان کے بیان کے مطابق اس مبارک گھڑی میں تمام گھر نور سے بھر گیا۔ حضرت عبداللہ بن غوث کی والدہ الشفا فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ کی ولادت مبارک کے موقع پر بطور دایہ خدمات سرانجام دیں اور میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپؐ سے ایسا نور روشن ہوا جس سے روم کے محلات نظر آئے۔ (ملاحظہ ہو ابن کثیر کی کتاب السیرۃ النبویہ، جلد اول، صفحہ ۲۰۶)

ابن الجوزی ''الوفاء'' کی جلد اول کے صفحہ نمبر ۹۷ پر لکھتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی ولادت کے وقت ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے، آتش کدے بجھ گئے اور بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔ سیرت کی کتابوں میں چند اور واقعات بھی درج

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں:

کسریٰ کا ہولناک خواب:

ایران کے بادشاہ کسریٰ نے ایک بھیانک خواب دیکھا جس میں اس کی حکومت کی بربادی اور مسلم افواج کی پیشن گوئی تھی۔ دنیا کے دو بڑے ممالک کے سربراہوں، قیصر روم اور کسریٰ ایران کو خواب میں تنبیہ کی گئی کہ اپنی اصلاح کرلو۔ بقول فاضل مقالہ نگار (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ حضرت محمد ﷺ جلد ۱۹، صفحہ ۱۳)

''ان کے لئے یہ خواب نہ صرف ان کے ظالمانہ طرز حکومت کے اختتام کی دھمکی تھی بلکہ ان کے (عیسائی اور مجوسی) دینوں میں اس وقت انسانی عنصر نے جو روز افزوں دخل پالیا تھا اس پر یہ خدا کی ناراضگی کا اعلان بھی تھا۔ ان ''بڑوں'' کو تقریباً نصف صدی کی مہلت دی گئی۔ جب وہ درست نہ ہوئے تو چشم زدن میں دونوں سلطنتیں اور دونوں دین گویا ناپید کر دیئے گئے۔''

''بت اوندھے گرے۔ یہ سارے ہی بت تھے۔ خدا کو نہ ماننے والوں کے بھی، خدا کی خدائی میں غیروں کو شریک کرنے والوں کے بھی اور خدائے کائنات کو ایک خانوادے کے افراد سے مختص کرنے والوں کے لئے بھی۔''

ولادت باسعادت اور اسلامی ممالک کیلئے پیغام:

حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت دنیا کے لئے امن و آشتی کا پیغام تھا۔ حضور اکرمؐ کی آمد مبارک سے ایک عظیم انقلاب کی راہ ہموار ہوئی اور انسانیت کو پستیوں سے اٹھا کر ایک اعلیٰ اور ارفع مقام پر لایا گیا۔ آج بھی اسلامی ممالک کے لئے حضور انورؐ کی ولادت کا دن ایک پیغام لاتا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ وہ خواب گراں سے جاگیں، سنبھلیں اور اپنی زندگیوں میں انقلاب لائیں۔ حضور انور کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور اسوہ حسنہ کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالیں اور معاشرے کی تطہیر کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بدنصیبی ان کے گھروں میں ڈیرہ ڈال لے اور وہ تباہ ہو جائیں۔ اگر قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں پارہ پارہ ہو سکتی ہیں تو مسلم امت بھی تباہی و بربادی سے دوچار ہو سکتی ہے۔ ولادت باسعادت ہمیں یہ مژدہ سناتی ہے کہ ہم شمع انسانیت کے نور سے فیض یاب ہوں۔ معاشرتی اور سیاسی مسائل جن سے اس وقت امت مسلمہ دوچار ہے، اس کا حل اتباع نبویؐ میں ہے۔ اسی میں ہماری دنیوی اور اخروی فلاح ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ دنیا کے غیر مسلمین تک اسلام کا پیغام پہنچائیں اور حضورؐ کی آفاقی سیرت سے روشناس کرائیں۔

بچوں کے لئے دلچسپ، معلوماتی اور اصلاحی تحریروں پر مشتمل

ماہنامہ
معمارِ وطن

جلد اپنی اشاعت کا آغاز کر رہا ہے۔

نیوز ایجنٹ حضرات درج ذیل پتہ پر بذریعہ ڈاک رابطہ کریں

ماہنامہ معمارِ وطن اے۔ ٹی۔ ایم۔ بلڈنگ، پل کوریاں۔ سمندری روڈ، فیصل آباد۔ فون 668819

www.naqshbandiaowaisiah.com

حسینیت اور یزیدیت

حسین کردار کا نام ہے، فکر کا نام ہے، عمل کا نام ہے، کاش اس امت کو پھر سے ایک حسین نصیب ہو جاتا۔ یزیدوں سے گھر بھرے پڑے ہیں، گاؤں اور شہر بھرے پڑے ہیں۔ پتہ نہیں ہمارے زمانے کے حسین کدھر ہیں

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان 7-4-2000

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نئی صدی اور نیو میلینیم کا بڑا چرچا اور بڑا شور ہے اور شاید سال بھر رہے گا۔ مغربی اقوام لوگوں کو بے وقوف بنانے میں بہت ماہر ہیں۔ سن دو ہزار نیو میلینیم نہیں بنتا۔ میلینیم 2001ء سے شروع ہوتا ہے چونکہ میلینیم کے لئے عیسوی تقویم والوں نے جو قاعدہ رکھا ہوا ہے وہ پانچ صدیوں کے بعد جب چھٹی صدی شروع ہوتی ہے تو اسے یہ نیو میلینیم کہتے ہیں کہ ایک نیا ملین ایئر کا افتتاح ہو رہا ہے۔ لیکن چیزیں بیچنے کے لئے شرابیں بیچنے کے لئے عیاشی کا سامان بیچنے کے لئے ہنگاموں اور ہاؤ ہو سے پیسہ کمانے کے لئے یہودیوں نے دو ہزار سے ملین کا شور شروع کر دیا ، عیسائی بھی اسی دھارے میں بہہ رہے ہیں۔ ہندو بھی اسی تہوار کو منا رہے ہیں اور مسلمان بھی سر تا پا اسی میں ڈوب گئے۔ ہمارے ہاں تو ایسے میلینیم کا رواج بھی نہیں ہے لیکن اگر ہو تو نئی صدی 1401ھ سے شروع ہوئی تھی جس کی ہمیں خبر نہیں۔ جسے گزرے ہوئے بیس سال گزر گئے۔ ہم نیو ایئر نائٹ منا چکے جبکہ ہمارے سال کا افتتاح آج ہو رہا ہے۔ کچھ بنیادی اور اصولی باتیں ایسی ہیں عملی زندگی کی جن میں اسلام مذاہب باطلہ سے نہ صرف الگ ہوتا ہے بلکہ بہت امتیازی شان کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ان کی نئی صدی یا نئے پانچ سو سالہ عہد کا افتتاح ہو اس پہ یہ غرق عصیاں ہوتے ہیں اور صدی کا خاتمہ ہو یا سال کا خاتمہ ہو اس پہ بھی یہ غرق عصیاں ہوتے ہیں۔

اسلام دونوں باتوں میں امتیازی شان رکھتا ہے اسلامی سال کا افتتاح بھی ایثار و قربانی حق و انصاف کا ساتھ دینے اور جاں نثاری سے شروع ہوتا ہے اور اس کے سال کا آخری مہینہ بھی قربانی اور اطاعت میں گردنیں کٹانے جگر گوشے قربان کرنے کی بات کرتا ہے اول و آخر اسلام ایثار و قربانی کا نام ہے اول و آخر حق کا ساتھ دینے کا نام ہے۔ اول و آخر باطل سے ٹکرانے کا نام ہے۔ جبکہ کافر دنیا کے تہوار اور رسومات ظلم کی حمایت میں اور ظلم میں غرق ہو جانے کی دعوت دیتے ہیں۔ مظلوموں کی آہیں ان جشن گاہوں تک نہیں پہنچتی ، بے بسوں کے آنسو ان راتوں میں کسی کا دامن نہیں بھگوتے۔ جہاں شراب و شباب کی آلودگیوں میں یہ لوگ غرق عصیاں ہوتے ہیں اور تمام انسانی اور اخلاقی حدود و قیود سے آزاد جانوروں اور بہائم کی طرح نفس کے تابع ہو کر اور نفسانی خواہشات کے تابع ہو کر مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

محرم الحرام کی آج یکم ہے اور جمعہ کا مبارک دن بھی ہے اسلام کا یہ افتتاحی مہینہ دو باتیں سکھاتا ہے ہماری بد نصیبی یہ ہے کہ ہم نے ان عظیم قربانیوں سے سبق حاصل کرنے کی بجائے انہیں چندے کا، پیسے جمع کرنے کا، پیٹ بھرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ ان پر ہم نے مختلف فرقے ایجاد کر لئے جن کے سربراہ لوگوں کو لڑا کر ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کے لئے چندے کرتے اور روپے جمع کرتے ہیں اور پھر وہ عیاشیوں میں خرچ کرتے ہیں حالانکہ ان میں بڑی بڑی سادہ سی ایک بات تھی بڑی سادہ سی ایک بات تھی کہ کلمہ پڑھنے والے اور کلمے کو ماننے والے دو الگ الگ لوگ ہیں۔ کلمہ حق کو تسلیم کرنے والے لوگ الگ قسم کے ہوتے ہیں اور قومی مسلمان اور رواجی مسلمانوں کی مردم

www.naqshbandiaowaisiah.com

شماری میں آنے کے لئے صرف کلمہ پڑھنے والے لوگ الگ ہوتے ہیں۔ کلمے کو ماننے والے لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو کیا مانیں گے جب آپ ﷺ کی اولاد کو بھی ذبح کر سکتے ہیں اتباع سنت یا اطاعت یا پیروی تو دور کی بات ہے اپنی تکمیل خواہش کے لئے اپنے وقتی اور لمحاتی اقتدار کے لئے اور یہ ایک تاریخی عمل ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ایک فرد کا نام تھا یزید ایک فرد کا نام تھا لیکن حسینیت اور یزدیت دو الگ الگ فکریں بن گئیں افراد تو دنیا سے گزر جاتے ہیں فکریں ختم نہیں ہوتیں۔ وہ فکریں نئے حسین بھی پیدا کرتی رہتی ہے اور نئے یزید بھی پیدا کرتی رہتی ہیں۔ زمانہ اپنی چودہ طویل صدیاں گزار چکا لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ آج دنیا میں کوئی یزید نہیں ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ آج کے حکمران اپنے طول اقتدار کے لئے اپنی عیش و عشرت کو قائم رکھنے کے لئے اپنے گھر کی دیواریں بھی سونے اور چاندی کی بنانے کے لئے احکامات شریعت کا مذاق نہیں اڑا رہے آج کے حکمران جو خود کو مسلمان کہلاتے ہیں جو اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو پس دیوار زنداں چلے جائیں تو رب کو پکارتے ہیں اور محلوں میں اور اقتدار کے نشے میں چور ہو کر شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور یزیدیت کس جانور کا نام ہے۔ مسلمان کہلانے والے حکمرانوں کے دروازوں پہ لوگ اپنے آپ پہ تیل ڈال کر زندہ جل مرتے ہیں کتنا مشکل ہوتا ہے زندہ جلنا کتنی تکلیف ہوتی ہوگی اس بندے کو کتنا دکھی ہوگا وہ انسان جسے زندہ جلنے کی تکلیف زندہ رہنے سے کم دکھائی دیتی ہو اس کی زندگی کتنی تلخ ہو چکی ہوگی کہ جس کے لئے زندہ جل مرنا آسان ہے اور زندہ رہنا مشکل، جسے حکمران پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے۔ ظلم بڑھتا رہتا ہے، لوٹ مار بڑھتی رہتی ہے یہ لوگ طویل اقتدار کے لئے حیلے کرتے رہتے ہیں پھر ایک

حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ایک فرد کا نام تھا یزید ایک فرد کا نام تھا لیکن حسینیت اور یزدیت دو الگ الگ فکریں بن گئیں۔ افراد تو دنیا سے گزر جاتے ہیں فکریں ختم نہیں ہوتیں

نظام ہے رب العالمین کا۔ **تلك الايام نداولها بين الناس**۔ وہ دنوں کو لوگوں میں پھیرتا رہتا ہے کبھی پہیے کا جو حصہ اوپر ہوتا ہے چند لمحے بعد اسے نیچے بھی آنا پڑتا ہے اور پھر جب گردش ایام انہیں نیچے لے کے آتی ہے تو آج میں بیان پڑھ رہا تھا میاں محمد نواز شریف صاحب کا، فرماتے ہیں اس ملک میں انصاف نہیں رہا۔ یہ جملہ صحیح نہیں ہے۔ میاں صاحب! آپ کہیے کہ اس ملک میں انصف تھا ہی نہیں۔ پہلے اس کی نذر لوگ ہوتے تھے اب آپ کی باری آ گئی۔ اس ملک میں تو نصف صدی سے انصاف تھا ہی نہیں ظلم ہی ظلم تھا فرق یہ تھا کہ ماوشما اس کی نذر ہوتے تھے تو آپ کو محسوس نہیں ہوتا تھا اب رسہ آپ کی گردن میں پڑا تو آپ کو سمجھ آ گئی کہ یہ تو ظلم ہے۔ اور جو آج حکمران ہیں ہمیشہ انہیں بھی نہیں رہنا ہے ان کے سامنے بھی دو ہی راستے ہیں فی الحال انتخاب کا لمحہ ان کے پاس ہے۔ یہ حسینیت کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں یا یزیدیت کی طرف۔ کبھی فیصلہ کرنے کا اختیار بندے کو دیتا ہے رب العالمین۔ اور بندہ چونکہ بڑی چھوٹی سی چیز ہے اس کے پاس بڑا تھوڑا سا وقت ہے اگر وہ نہیں کرتا تو پھر وہ فیصلے کرتا ہے۔ آج اگر اس نے نواز شریف کا فیصلہ کر دیا تو کل ان کا بھی کرے گا اس کی دست قدرت سے باہر نہ کوئی فوجی جرنیل ہے اور نہ کوئی سیاست دان اور نہ میں اور نہ آپ نہ پیر صاحب اور نہ مولانا۔ ہر فرد اسی کے دست قدرت میں ہے یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اس نے مہلت اور فرصت دے رکھی ہے لیکن تاریخ اسلام نے راہیں متعین کر دی ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام آدمی نہیں تھے۔ امت میں سرفراز ہونے کے لئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا صحابی ہونا کافی ہے۔ کوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com

غیر صحابی کسی صحابی کے نقش کف پا کو اور اس گرد کو جو صحابہ کے جوتوں پہ جم گئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ صرف صحابی نہیں تھے وہ خون تھے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ وہ اولاد تھی محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ جزو بدن تھے محمد رسول اللہ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی لخت جگر کے فرزند تھے وہ وارث تھے محمد رسول اللہ ﷺ کے علم کے آپ ﷺ کے اسوہ حسن کے، آپ ﷺ کی محبتوں کے آپ ﷺ کی شفقتوں کے، آپ ﷺ کی رحمتوں کے اور آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاقیات کے، وہ تصویر تھے محمد رسول اللہ ﷺ کی لیکن ہوس اقتدار بندے کو کہاں تک لے جاتی ہے حالانکہ اقتدار فانی ہوتا ہے۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں یکطرفہ الزام تراشیاں ہوتی ہیں یکطرفہ مقدمے چلائے جاتے ہیں۔ یزید پر تو ہر کوئی مقدمہ چلا رہا ہے یا چند اور لوگوں کا شمر کا یا ابن زیاد کا یا چند اور لوگوں کا نام لیا جاتا ہے لیکن ذمہ داری تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی آتی ہے۔ ان کی اپنی جان بھی اپنی نہ تھی چونکہ جو قوموں کے سربراہ یا قوموں کے قائد یا قوموں کے لیڈر ہوتے ہیں ان کے وجود ان کی جان ان کی زندگی ان کی اپنی نہیں ہوتی وہ قوم کی امانت ہوتی ہے اور اس کی حفاظت انہیں اپنی سمجھ کر نہیں ان لوگوں کی امانت کے طور پر کرنا پڑتی ہے جو اسے اپنا پیشوا یا رہنما مانتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی یا ان کا وجود صرف ان کا اپنا نہیں تھا ان لاکھوں مسلمانوں کی امانت تھا جن کے دل میں ان کی محبت تھی عقیدت تھی احترام تھا عزت تھی اس کی بھی انہوں نے پرواہ نہ کی اور پھر خانوادہ نبوت صرف حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں تھا نواسے نواسیاں محمد رسول اللہ ﷺ کے تھے خاندان نبی اکرم ﷺ کا تھا اگر انہوں نے دیکھا کہ اہل کوفہ خاندان نبوت کی بربادی سے بھی نہ چوکیں گے تو ان کے ساتھ کوئی معاہدہ تو کر ہی لیتے سب کو کیوں تباہ کراتے۔ کیا یہ سوال حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نہیں آتا کہ انہوں نے سارے خاندان کی تباہی کا فیصلہ کس حوالے سے کیا، کس جرات سے کیا۔ کیا فردہ قیامت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ الوہیت میں پیش نہیں ہونا۔ کیا وہاں محمد رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز نہیں ہوں گے اگر وہ ان کی گردن یا گریبان پکڑ لیں کہ بتاؤ تم نے اپنی جان تو ضائع کی یہ میرا سارا خاندان کیوں کٹوا دیا۔ تو حضرت حسین کیا جواب دیں گے۔ یہاں آ کر پتہ چلتا ہے کہ اسلام کیا ہے بڑا سادہ سا جواب ہے اور یقیناً یہی جواب ہے وہ بڑے پیار سے عرض کر سکتے ہیں کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ یا تیرا خاندان بچ سکتا تھا اور یا تیرا نظام عدل باقی رہ سکتا تھا اگر میں تیرے خاندان کو بچاتا تو جو فیصلے تیرے دیئے ہوئے نظام عدل کے خلاف ہو رہے تھے ان فیصلوں کو جاری کرنے، ماننے، نافذ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونا پڑتا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے نظام عدل کو آپ ﷺ کے عطا کردہ طریق سیاست کو، آپ ﷺ کے عطا کردہ انداز حکمرانی کو قربان نہیں کیا آپ ﷺ کے جگر گوشوں کو کر دیا۔ مسلمان تو وہ بھی کہلاتے تھے جنہوں نے اپنی خواہشات اور اپنی اقتدار کی ہوس کو طول دینے کے لئے اس راستے کی دیوار، اس ہستی ﷺ کا خاندان، جس کا کلمہ پڑھتے تھے اسے بھی کاٹ ڈالا۔

تو یہ دو فرقے ہیں دو طبقے ہیں دو طرح کی فکریں ہیں مسلمانوں میں یہ تو بڑے سطحی لوگ ہیں جو اس پہ فرقہ بندی بنا کر آپس میں لڑ رہے ہیں ان میں سے نہ کسی کو اسلام کا درد ہے اور نہ کسی کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دکھ ہے اور نہ کسی کی یزید کے ساتھ ناراضگی ہے یہ تو اپنے پیٹ کی محبت میں گرفتار ہیں انہیں تو چندہ کرنے کے لئے ایک ایشو مل گیا کوئی جلوس نکالنے کے لئے چندہ کر رہا ہے اور کوئی جلوس روکنے کے لئے چندہ کر رہا ہے بات دونوں طرف برابر ہے اور جنگ کفر اسلام کی بنی ہوئی ہے۔ ہر ایک کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور جو جس طرح کرنا چاہتا ہے اسے کرنے دو۔ سوال یہ ہے سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ اپنے آپ کو تلاش کرو کہ ہم کس صرف میں کھڑے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں یزیدیت بھی قبول نہ کرے اتنے ذلیل تو ہم بھی نہیں تھے جتنے رسوا تم ہو گئے۔ آج کا عالم اسلام آج کے مسلمان سیاست دان آج کے مسلمان حکمران اپنے دامن میں جھانک کر دیکھیں۔ جو یہودیوں سے مانگ کر کھانا باعث فخر سمجھتے ہیں وہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

سیاست دان اور وہ حکومتیں جو ملک کو یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ ہم نے اتنا قرضہ منظور کرالیا اس پہ فخر کرتے ہیں انہیں تو یزید بھی قبول نہیں کرے گا۔ حسینیت تو دور کی بات ہے یہ ذلت تو یزیدیت کو بھی قبول نہیں اور اس درجے کے ہم لوگ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا بلکہ کافر جو کپڑا پھینک دیں وہ پہننا بھی ہم فخر سمجھتے ہیں۔ مسلمان ممالک میں ان کے پھٹے ہوئے جوتے استعمال شدہ کپڑے کھائی ہوئی چیزیں آتی ہیں سودخوروں کا پس خوردہ بطور خوراک لیتے ہیں اور ہم جلوس نکالتے ہیں کبھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں اور کبھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف کوئی شیعہ کہلاتا ہے کوئی سنی کہلاتا ہے کچھ بھی نہیں ہے یہاں۔ سب تماشے ہیں سب فضول ہیں۔ زندگی مستعار ہے اور ہر ایک کے پاس چند روزہ ہے۔

یاد رکھو! اسلام کی ابتدا شراب نوشی ڈھول تماشے جلسے جلوسوں سے نہیں ہے ایثار و قربانی سے ہے احقاق حق سے ہے ظلم کے خلاف بغاوت سے ہے اگر ظلم کے خلاف اٹھنے کو بغاوت کہا جائے تو وہ بغاوت ہی اسلام ہے حالانکہ بغاوت ظالم کرتا ہے جو اللہ سے بغاوت کرتا ہے۔ باغی ظالم ہے جو رسول اللہ ﷺ کا باغی ہے، ظالم باغی ہے جو دین برحق کا باغی ہے جو اسے روکنے کے لئے آتا ہے وہ تو مجاہد ہے اسے باغی نہیں کہا جاسکتا وہ تو مجاہد ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے آج کی سیاست میں تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی باغی ہیں نا اسی طرح آج تک حق کہنے والے کو باغی کہا جاتا ہے۔ لیکن ہمارا زمانہ تو ایسا عجیب زمانہ آیا ہے کہ یزیدوں سے گھر بھرے پڑے ہیں گلی محلے میں یزید مل سکتا ہے۔ ہر گھر میں نظر آسکتا ہے ہر گاؤں میں ہر شہر ہر قریے میں نظر آسکتا ہے افسوس کہ آج کے اسلام کا دامن حسینوں سے خالی ہے کوئی ایک حسین بھی ہوتا پتہ نہیں، ہمارے زمانے کے حسین کدھر گئے۔ یہ زنگ خوردہ نعرہ باز لوگ یہ چندے جمع کر کے ڈھونگ رچانے والے لوگ یہ

> **آج کے اسلام کا دامن حسینوں سے خالی ہے کوئی ایک حسین بھی ہوتا پتہ نہیں، ہمارے زمانے کے حسین کدھر گئے۔**

قربانی کی کھالوں کے طالب زکوۃ اور عشر کے بورڈ لگانے والے لوگ حسین نظر نہیں آتے۔ بے شک ان کے ناموں میں حسین شامل کرتے رہو حسین ناموں کا نام نہیں ہے حسین کردار کا نام ہے حسین فکر کا نام ہے۔ کردار و عمل کی دنیا میں آج کاش اس امت کو پھر سے کوئی ایک حسین نصیب ہو جاتا۔ آج دنیا میں ہر طرف کربلا گرم ہے۔ روئے زمین پر کہاں خون کی ارزانی نہیں ہے، کہاں عزتیں نہیں لٹ رہیں، کہاں ڈاکے نہیں پڑ رہے، کہاں ظلم نہیں ہو رہا۔ کیا یہ عہد صرف یزیدوں کے لئے ہے۔ ایسا ہو نہیں سکتا۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید\
ایں دو طاقت است از حیات آمد پدید

علامہ مرحوم فرماتے ہیں کہ موسیٰ و فرعون یا شبیر و یزید یہ دو فکریں ہیں دو انداز ہیں زندگی کے دو طرح کے مزاج ہیں اور یہ ازل سے ہیں اور جب تک دنیا قائم ہے تب تک رہیں گے جب سے دنیا بنی ہے از حیات آمد پدید جب سے زندگی کا تصور قائم ہوا ہے جب سے دنیا بنی ہے یہ ہیں لیکن نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

زندہ حق از قوت شبیری است\
باطل آخر داغ حسرت میری است

یہ صدیوں کی تاریخ ہزاروں سالوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ قوت شبیری سے ہمیشہ حق زندہ رہتا ہے اور باطل کی قسمت میں حسرت کے ساتھ تباہ ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ **جاء الحق و زھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا۔** جب حق آتا ہے تو باطل ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے کہ اس کی قسمت میں اس کے مزاج میں اس کی سرشت میں ہی ڈوب جانا ٹوٹ جانا بکھر جانا ہے۔

میں تو یہ کہوں گا کہ سب سے پہلے تو ہم اپنے آپ کو تلاش کریں۔ کیا ہوا اگر ہم حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہیں تو وقت کے کسی حسین کا ساتھ تو دے جائیں اور اگر ہم یہ نہ کر سکے تو ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو چھوڑ دو گلی محلے میں کسی نے جلوس نکالا کسی نے امام باڑہ بنا دیا کسی نے ماتم کر لیا چھوڑو ان فضول باتوں کو اگر کوئی سمجھتا

ہے کہ یہ حق ہے تو کر دیکھے کل اللہ کے پاس جائے گا تو حق واضح ہو جائے گا تو پتہ چل جائے گا کیا کرنا چاہئے تھا۔ اس بات پہ جو قربانی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی جس بندے میں شعور ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس پہ رونا نہیں اس پہ تو اپنا خون جگر دینا چاہئے یہ رونے سے تو رسم ادا نہیں ہوگی بلکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح احقاق حق کے لئے جان و مال اپنے بیٹے قربان کرا کے کوئی دیکھے اگر اس صف میں کھڑا ہونے کا شوق ہے تو اپنی گردن کٹوا کے دیکھے حق کے لئے باطل کے مقابلے میں ظلم کے مقابلے میں۔

یاد رکھو! اللہ کا ایک نظام ہے اور وہ کوفیوں کو حسین نہیں دیتا اگر ہمارا مزاج اہل کوفہ کی طرح رہا اہل کوفہ کا مزاج کیا تھا حضرت حسین کو دعوت دی اہل کوفہ نے اور جب حکومت کا دباؤ پڑا تو انہیں شہید بھی اہل کوفہ نے حکومت کی طرف سے کیا، باہر سے کوئی فوج نہیں آئی۔ کوفیوں کا مزاج یہ ہے کہ جہاں سے کھانا ملے جہاں اقتدار ہو وہاں سر جھکا دو مقابلے میں خاندان نبوت ﷺ بھی آئے تو کاٹ کے رکھ دو۔ اگر ہم بھی چڑھتے سورج کے پجاری بنے رہے اگر ہم بھی باطل کی پرستش کرتے رہے تو خدا ہمیں حسین نہیں دے گا۔ اور اگر ہم، ہماری سوچ، ہماری فکر ہمارا طرز عمل حسینیت کی طرف ڈھل گیا تو وہ قادر ہے ہمارے درمیان بھی حسین پیدا کر دے گا پھر سے تاریخ کا رخ بدل جائے گا پھر سے تاریخ کا دھارا بدل جائے گا اور یاد رکھیں۔

اللہ فرماتا ہے اگر تم بات نہ سمجھ سکے میں کسی اور کو ایمان عطا کر دوں گا اور وہ پھر میری راہ میں جہاد کریں گے اطاعت کا حق ادا کریں گے۔ **ولا یخافون لومة لائم** ۔ انہیں دنیا کا کوئی پراپیگنڈہ بھی پریشان نہیں کر سکتا۔ دنیا کی باتوں کی پراہ نہیں کریں گے بلکہ میری رضا کی خاطر ہر وہ کام کر جائیں گے جو کرنے کا میں نے یا میرے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے ہر اس طاقت سے ٹکرا جائیں گے جو میرے اور میرے نبی ﷺ کے خلاف ہے اور وہ ایسا بے نیاز ہے تاریخ سے سبق سیکھنا چاہئے۔

مسلمانوں نے بدکاری کی راہ اختیار کی عیاشی میں ڈوب گئے ان پر تاتاریوں کو چڑھا دیا اور جب مسلمان ریاستیں تباہ اور تاخت و تاراج ہو گئیں انہیں تاتاریوں کو نور ایمان عطا کر دیا علامہ نے بھی کہا تھا نا

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

وہ جو اسلام کو مٹانے نکلے تھے بدکار مسلمانوں کو تو انہوں نے مٹا دیا خود کلمہ اسلام پڑھ کر حق کا جھنڈا لے کر میدان میں اتر آئے اور برسوں تک اسلام کی خدمت صدیوں تک اسلام کی خدمت کی۔

تو وہ قادر ہے کسی اور کو ایمان عطا کر دے گا اسے جذبہ عطا کر دے گا اسے قربان ہونے کی توفیق عطا کر دے گا اور اسے حسین عطا کر دے گا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمیں یہ توفیق ارزاں ہو جائے کہ ہم اپنے کردار پر اپنے عمل پر اپنے افکار پر نظر کر سکیں۔

پچاس سال سے تبدیلیاں آ رہی ہیں اور بڑی بڑی بھیانک انداز سے آنے والی تبدیلیاں آئیں، بڑے بڑے طاقتور حکمران چشم زدن میں الگ ہوئے، فیلڈ مارشل گئے اور یحیٰی خان آ گئے آدھا پاکستان چلا گیا۔ مجیب الرحمٰن جس کی قبر کھد چکی تھی جسے پھانسی دیا جانا تھا وہاں سے نکل کر بنگلہ دیش کا حکمران بن گیا۔ پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے حصے میں آیا جو اپنے وقت کا جینیئس GENIUS تھا، اپنے عہد کا مانا ہوا ذہین انسان تھا لیکن افسوس فیلڈ مارشل کی قد و قامت، مجیب الرحمٰن کی جرات و دلیری اور ذوالفقار علی بھٹو کی ذہانت کام نہ آئی اسلام کی خدمت نہ کر سکی مسلمانوں کا ساتھ نہ دے سکی دین برحق کے کام نہ آئی اللہ نے کتنی استعدادیں بخشی تھیں ہر ایک نے اپنا اپنا انجام پالیا فیلڈ مارشل مرے تو طبعی موت لیکن بڑی مشکل میں مرے زندگی کے آخری کئی برسوں پاگلوں کی طرح گزارے بیٹوں کے ہاتھ سے کھانا نہیں کھاتے تھے کہ مجھے زہر دے دیں گے گھر والوں کے ہاتھ سے نہیں کھاتے تھے دیوانوں اور پاگلوں کی طرح بھٹک بھٹک کر گزارے۔ مجیب الرحمٰن کو جنہوں نے حکمران بنایا تھا انہوں نے گولیوں سے چھلنی کر دیا اور تین دن تک لاش پڑی رہی اور آخر ایک بوری میں بند کر کے ہیلی کاپٹر پر لے جا کر ایک گڑھے میں پھینک دی

www.naqshbandiaowaisiah.com

کسی نے جنازہ پڑھا نہ کفن دیا۔ بھٹو صاحب کی تاریخ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے وہ سب آپ کے سامنے ہے۔ اتنی بڑی تبدیلیاں آئیں ضیاء الحق جیسے لوگ بڑے پابند صلوۃ بڑے اچھے مجاہد جنہوں نے روس کے ساتھ مقابلے کا حق ادا کر دیا، آئے اور پھر ہوا میں منتشر ہو گئے شاید اس لئے کہ روس کے خلاف تو جہاد کرتے رہے پاکستان میں ظالمانہ نظام کے خلاف جرات جہاد نہ کر سکے۔ جہاں اقتدار داؤ پہ لگتا تھا وہاں وہ آواز نہ اٹھا سکے۔ کیا ضیاء الحق جیسا با اختیار شخص

روئے زمین پر کہاں خون کی ارزانی نہیں ہے، کہاں عزتیں نہیں لٹ رہیں، کہاں ڈاکے نہیں پڑ رہے، کہاں ظلم نہیں ہو رہا۔ کیا یہ عہد صرف یزیدوں کے لئے ہے

بھی اسلامی نظام نہیں لا سکتا تھا؟ لا سکتا تھا لیکن خطرہ تھا کہ حکومت چلی نہ جائے۔ تو یہ خطرہ تو یزید کو بھی تھا اور نہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کون سی جائیداد اس نے بانٹنی تھی۔ اب اس کے بعد میاں صاحب آئے۔ بے نظیر آئیں اللہ دونوں کو معاف کرے اور ہدایت دے۔ یہ دونوں تو ایسے نالائق بندے تھے کہ جنہیں دو دو بار وزارت عظمیٰ نصیب ہوئی اور دونوں بار چلا نہ سکے۔ یہ تو ایسے نااہل تھے اور ایسے نااہل ہیں اور ایسے نالائق ہیں کہ یہ تو اس قوم کی ان چودہ کروڑ بندوں کے گناہوں کی سزا ثابت ہوئے۔ اللہ نے انہیں دو دفعہ موقع دیا اور یہ ایسے نامراد تھے کہ دونوں دفعہ اس کے کام نہ آئے۔ حکومت نہ کر سکے۔ یزیدیت یا حسینیت کا ان کے پاس کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ یہ تو نفس کے اسیر لوگ تھے بی بی بھی اور بابو بھی۔ ان کی اپنی اپنی خواہشات تھیں، اپنا اپنا طرز عمل تھا اور انہیں پیٹ بھرنے اور ہوس پوری کرنے کے علاوہ دنیا میں نظر ہی کچھ نہیں آتا تھا۔ جانوروں کی طرح کھاتے رہے اور بسر کرتے رہے اور جب کسی نے گلے میں سنگل ڈال کر ہانک دیا چل پڑے۔ کیسے عجیب حکمران تھے جن کے لئے ایک آہ نہ نکلی، چودہ کروڑ لوگوں میں سے کسی ایک کی، کسی ایک آنکھ سے آنسو نہ ٹپکا۔ اتنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ تو ایسا برتاؤ کیا ہوتا کہ اس کے دل پہ کوئی چوٹ پڑتی۔ یہ ہماری قومی بے حسی، اسلام سے دوری، اپنی ذات سے دوری، اپنے نفع نقصان سے دوری کا سمبل ہیں یہ دونوں کہ ہم من حیث القوم اپنے نفع ونقصان سے بے نیاز ہو چکے ہیں ہم من الحیث القوم بھلے برے کو بھول چکے ہیں پاگلوں کی قوم ہے اسے جانوروں کی طرح جہاں کوئی ہانک کے لے جائے یہ چلتی رہتی ہے۔ یہ دونوں اس کا سمبل ہیں اب ہم ہیں ہمارا ملک ہے اور نئی قیادت ہے۔ اس نئے سال کے اس پہلے دن محرم قابل احترام مہینہ حرمت والا مہینہ ہے۔ اس کا عشرہ محترم ہے تو اس میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے مثال لازوال قربانی اور اس کے ساتھ جمعۃ المبارک کا دن آج کے اس لمحے اس گھڑی جہاں تک آواز پہنچے خدا کے لئے سوچو ہم کہاں ہیں۔ میں، میری فکر، میرا کردار کس کا ساتھ دے رہا ہے؟ حسینیت کا یا یزید کا۔ اگر میں بھی اپنے فوائد کے چکر میں پڑا ہوا ہوں، اگر میں بھی اپنی خواہشات کی تکمیل کے چکر میں پڑا ہوا ہوں اور حق و باطل نیک و بد، حلال وحرام، جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں کر رہا تو یہی تو یزیدیت ہے اور اگر آج مجھے درد ہے کہ یہ اسلامی ریاست ہے اس میں اسلام ہو، اس میں عدل ہو اس میں انصاف ہو، ہر ایک کو ملکی وسائل میں سے حصہ ملے اس میں غریب کے بچے بھی سکول جا سکیں اس میں مفلس کنگال کے ماں باپ کا علاج بھی ہو سکے اس میں کسی کا چولہا ٹھنڈا نہ ہو اگر ایک حلوہ کھاتا ہے تو دوسرے کو روکھی روٹی تو کم از کم ملنی چاہئے اس کا چولہا خالی تو نہیں رہنا چاہئے۔ اگر ہم اس فکر میں ہوں تو ہماری سوچ حسینی سوچ ہے، حسینیت ہے۔ ہمارے اندر حسینیت آ جائے تو وہ قادر مطلق ہمیں حسین بھی عطا کر دے گا کوفے والے کو حسین نہیں دے گا۔ جو اقتدار کی پرستش کر رہے ہوں جو باطل کے پیچھے بھاگ رہے ہوں جنہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

حق و باطل میں فرق نظر نہ آتا ہو جو محض جانوروں کی طرح دنیوی فوائد چاہتے ہوں وہ اہل کوفہ ہیں، ایسی قوم کوفی قوم ہے اور کوفیوں کو حسین نہیں ملا کرتے۔ حسین کے لئے تو وہ آزاد لوگ چاہئیں جو اپنے لئے کربلا چن لیں ان کے لئے تو وہ لوگ چاہئیں کہ جیسے اپنے ہم راہیوں سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرما دیا تھا کہ ہم تو سارے مل ملا کر بہتر لوگ ہیں اس طرف لشکر ہے تو میں تو میدان سے ہٹ نہیں سکتا میری مجبوری ہے کہ میں ان سے معاہدہ کر نہیں سکتا اگر میں جانا چاہوں تو مجھے وہ جانے نہیں دیں گے۔ اور جو وہ چاہتے ہیں وہ میں نہیں مانوں گا لہذا انجام سامنے ہے مجھے اس بے بسی اور بے کسی میں شہید ہونا ہے لیکن تمہاری یہ مجبوری نہیں ہے اور میں تم سے راضی ہوں اس لئے کہ تم سارے بھی میرے ساتھ مارے جاؤ تو میری کوئی مدد نہیں ہوگی اور تم نہیں ہوگے تو بھی موت وہی آئے گی مجھ پر جو تمہارے ہوتے ہوئے آئے گی اگر تم اپنی جانیں بچانا چاہو تو میں تم سے راضی ہوں چلے جاؤ تو ان سب کا جواب ایک ہی تھا ہم جان نہیں ایمان بچانا چاہتے ہیں ہم جان کی فکریں لے کر نہیں چلے ہم ایمان بچانا چاہتے ہیں۔

آج بھی اگر ہماری سوچ یہ ہو جائے کہ جان رہے یا نہ رہے ایمان رکھنا چاہئے۔ رشتہ الفت ہے ہمارا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ ہمارا صرف ایمان نہیں ہے ہمارا عشق ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ عشق جو نفع و نقصان سے جو عزت و آبرو سے جو شہرت و ناموری سے بالاتر ہوتا ہے وہ عشق جس میں عقل کو دخل نہیں ہوتا اسی عشق کا نام اسلام ہے اگر کسی کو وہ عشق نصیب نہیں ہے اسے اسلام کا مزا نہیں آئے گا۔ ہمیں تو وہ عشق بچانا ہے ہمیں تو وہ ایمان بچانا ہے اس کا نام ایمان ہے اگر ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ ہمیں وہ رشتہ جو ہمارا نبی کریم کے ساتھ ہے وہ بچانا ہے تو آج بھی وہ ہمیں حسین عطا کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں ہمارے پاس تنقید کے لئے طنز کے لئے لوگوں کو لڑانے کے لئے وقت نہیں ہے ہم جو خود کو گم کردہ ہیں ہم جنہیں اپنے آپ کا پتہ نہیں ہے کہ میں کہاں ہوں تو دوسروں پر فتوے لگانے کی فرصت نہیں ہے ہمارے پاس۔

ہاں ہماری دعوت یہ ہے کہ اپنے آپ کو تلاش کرو آج بڑا مبارک دن ہے بڑا مبارک لمحہ ہے اللہ سے دعا ہی کر لو کہ رب کریم مجھ میں تو اتنی استعداد بھی نہیں کہ خود کو تلاش کر لوں تو قادر ہے تو مجھے حق کے ساتھ محبت عطا کر دے حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا کر دے حق پر قربان ہونے کی توفیق عطا کر دے اور باطل کا مقابلہ کرنے کی جرات رندانہ عطا کر دے۔

عزیزان من یہ ملک اسلام کے نام پر لیا گیا ہے اور انشاء اللہ اس ملک پر اسلام نافذ ہوگا۔ اب یہ سعادت کس کے حصے میں آتی ہے تو رب ہی جانتا ہے لیکن دل میں یہ درد ضرور ہے کہ اللہ ہمیں انہی لوگوں میں شامل کرے جو اس پر اسلام نافذ کریں گے۔

اور یاد رکھو! اسلام کے لئے اللہ کریم مصلحت پسندوں کو قبول نہیں فرماتے یہاں تو دیوانگی کام آتی ہے اللہ کریم ہمیں وہ دیوانگی عطا کر دے۔

آج کی ساعتیں بڑی مبارک بڑی قبولیت والی ہیں آج اللہ سے درد مانگو درد دل مانگو عشق مانگو محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت مانگو اللہ کے لئے جنون مانگو اور خدا کے لئے اپنے آپ کو ڈھونڈو تلاش کرو اور اپنے آپ کو کسی کربلا کے سپرد کر دو، سونا جو کھٹالی میں نہیں پڑتا وہ صاف نہیں ہوتا مومن کندن بننے کے لئے جہاد سے گزرتا ہے اسلام ضرور نافذ ہوگا لیکن جہاد کے بغیر کبھی نہیں ہوگا کسی سیاسی تحریک سے نہیں ہوگا۔ کسی جلسے اور جلوس سے نہیں ہوگا کسی ڈیمانڈ اور مطالبے سے نہیں ہوگا، بنوک شمشیر ہوگا اس لئے کہ باطل صرف تلوار کی زبان سمجھتا ہے۔ لوگوں کو اللہ کی مخلوق کو بل کلنٹن کے قدموں سے اٹھا کر محمد رسول اللہ ﷺ کے در پہ کھڑا کر دو بہت بڑا کام ہے اللہ کی بے بس و مجبور مخلوق کو یہودیوں اور مغرب کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کے آزاد بندے بنا دو اور نبی ﷺ کے آزاد پیروکار بنا دو کرنے کا یہی کام ہے اس وقت اسی کی ضرورت ہے۔ اس کی پکار ہے اور یہ ہو کر رہے گا انشاء اللہ العزیز دعا کرو اللہ ہمیں اس قافلے میں شامل کرے جو یہ کام کرنے والے ہوں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

من الظلمت الی النور

من الظلمت الی النور کے عنوان کے تحت ساتھی سلسلہ کے حوالے سے اپنے تاثرات، خیالات اور کیفیات بیان کرتے ہیں، اسی سلسلہ میں مرید کے کے ساتھی مختار احمد نے اپنے خیالات کو الفاظ کی شکل میں بکھیرا ہے جو قارئین کے لئے پیش خدمت ہیں۔

تحریر۔ مختار احمد، مرید کے

ہم چار ساتھی جامع مسجد غلہ منڈی مرید کے میں ذکر بالجہر کرتے تھے۔ نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ لیکن یہ نماز اور ذکر برائی سے نہیں روک رہے تھے۔ سینما ہاؤس بھی جاتا تھا، ہر نیا والیم میری میز پر ہوتا تھا۔ کلین شیو کرنا تقریباً روز کا معمول تھا۔ مسجد کے سامنے تنظیم الاخوان کا دفتر تھا جہاں مغرب کے بعد ذکر ہوتا تھا۔

ایک دن عصر کے بعد مسجد میں بیٹھا اپنی کسی سوچ میں گم تھا۔ خیال آیا آج کیوں نہ الاخوان والوں کے ساتھ ذکر کیا جائے۔ چنانچہ مغرب کے بعد وہاں پہنچ گیا۔ وہاں پر موجود ایک ساتھی (قاری صاحب) نے درس بیان کیا اور ذکر کا طریقہ بتایا۔ ان کے بیان میں اثر تھا جس نے مجھے متاثر کیا۔ ذکر شروع ہوا۔ میں آنکھیں کھولے ان کی طرف دیکھتا رہا اور ہنستا رہا۔ اگلے دن کچھ خلوص سے ذکر کیا اور مصمم ارادہ کیا کہ اب باقاعدگی سے کروں گا۔ اور اس حقیقت کو جانوں کہ یہ ہے کیا۔ ایک مشق یا کچھ اور۔ سات دن قلب پر ذکر کیا۔ رات کو سوتے وقت بھی ضربیں مارتے ہوئے سو جاتا۔ ایک رات حسب معمول ضربیں مار کر آنکھیں بند کی ہی تھیں۔ کہ شعلہ یا کوئی تجلی تھی جو میرے چہرے کے پاس سے گزری۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

پھر سات لطائف بتائے گئے۔ لطائف پر ذکر شروع ہوگیا۔ اس دوران بزرگوں کی زیارتیں ہوئیں۔ سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کون ہے اور ان کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے۔ شاید سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے مشائخ یا جن کی زندگیاں ذکر الٰہی کرتے گزر گئیں۔ ذکر کرتے کرتے میرے ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ ذکر الٰہی کرتے وقت انوارات کی بارش ہوتی ہے جو کہ جسم کے ایک ایک لوں پر داخل ہوتے ہیں اور ظلمت ختم ہوتی ہے۔ دو ماہ گزر گئے۔ ایک رات حسب معمول ضربیں مار کر سویا ہی تھا کہ میرا جسم آسمانوں کی طرف بلند ہونے لگا۔ میری آنکھیں کھلیں اور میں ذرا گھبرا گیا یہ کیا معاملہ ہے قاری صاحب سے پوچھا۔ قاری صاحب (قاری محمد رمضان صاحب جو کہ اب حضرت مدظلہ العالی کے خلیفہ ہیں) انہوں نے بتایا کہ یہ روح کی پرواز تھی۔ ابھی بیعت نہیں ہوا تھا۔ نماز میں مزا آنے لگا۔ نماز کے دوران کیفیات محسوس ہوتیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا سنت نبوی چہرے پر سجائی۔ ڈیک خاموش ہوگیا۔ گانا سننا بند ہو گئے۔ سینما جانا بند ہوگیا۔ پاؤں مسجد کی طرف اٹھنے لگے۔ آنکھوں میں حیا آ گئی۔ درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اپنے دوستوں کو ذکر کی دعوت دینے لگا۔

حضرت جی مدظلہ العالی کے مریدوں میں اتنی قوت تھی کہ یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ جو کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا کمال تھا۔ اگلے ماہ رمضان المبارک میں حضرت مدظلہ العالی کے ہاتھ بیعت کی، غالباً ۲۱ فروری ۱۹۹۵ء کی بات ہے۔

چھ ماہ بعد آفتاب صاحب آئے اور انہوں نے مسجد نبوی تک مراقبات کروائے۔

محلّہ کے لوگوں کو دعوت دینا شروع کی۔ ہمارے گھر کے سامنے چندلڑکے سلمہ ستارہ کا کام کرتے تھے۔ میرا اکثر ان کے پاس آنا جانا تھا۔ ان میں ایک حافظ خالد تھا۔ جب کو ذکر الٰہی کی دعوت دی تو اس نے قبول کی۔ جب دو ماہ ذکر کرتے گزر گئے اللہ کریم نے اس کو کشف کی نعمت عطا کی۔ مراقبات کی ساری تفصیل بتاتا تھا۔ کہ اب بیت اللہ شریف میں ہے اب روضہ اطہر پر کھڑے ہیں۔ اب مسجد نبوی میں ہیں۔ اور نبی رحمت ﷺ جلوہ افروز ہیں۔ انوار و

www.naqshbandiaowaisiah.com

تجلیات کی اتنی کثرت ہے کہ آپ ﷺ کے چہرِ انور پر نظر نہیں ٹکتی۔

کشف اتنا شدید ہوا کہ کھلی آنکھیں سب کچھ نظر آنے لگا۔ جنات ملائکہ انسانوں کی روحوں کی اصل شکلیں جوان کی بداعمالیوں کی وجہ سے مسخ ہو چکی تھیں۔ ایک دن مغرب کے ذکر کے بعد ہم دونوں بازار جارہے تھے۔ وہ مجھے بتا رہا تھا کہ مجھے کوئی انسان نظر نہیں آرہا۔ دوکانوں پر بندر اور خنزیر بیٹھے ہیں۔

چوک سے ایک انسان آتا ہوا دکھائی دیا۔ جو کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا آدمی تھا۔ رات کو کئی کئی بزرگوں کی زیارتیں ہوئیں۔ انبیاء کرام کی زیارتیں ہوئیں۔ ایک دن ذکر کے بعد ہم سے اٹھ کر گلے ملنے لگا اسلام نافذ ہوگیا۔ اسلام نافذ ہوگیا۔ الاخوان دنیا پر چھا رہی ہے۔ حضرت مدظلہ العالی تشریف لا رہے ہیں۔ بلند آواز میں اذان دی۔ ایک شخص دہلی فتح کرے گا۔ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگا اور اس کا سینہ شق ہو جائے گا۔ یعنی شہید ہو جائے گا۔ یہ سب مشاہدے اس نے مجھے بتائے۔ میں نے حضرت مدظلہ العالی کو خط لکھا اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔ حضرت مدظلہ العالی نے تعویز بھیجے جس سے اس کی طبیعت سنبھل گئی۔

میں ایک عام ساتھی ہوں کوئی صاحب مجاز نہیں یہ سب میرے شیخ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی قوت تھی اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی برکات۔

ایک دفعہ شام کو مرید کے کے مزار پر گئے جہاں پر لوگ چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ لنگر تقسیم ہوتا ہے اور ہر جمعرات کو گانا بجانا ہوتا ہے۔ لیکن اس نے بتایا کہ صاحب قبر آگ کی لپیٹ میں ہے۔ الحمدللہ باقاعدگی سے ذکر کرتا رہا اور لوگوں کو دعوت دیتا رہا۔ اس دوران شیطان خبیث بھی تنگ کرتا تھا۔ جب میرے مراقبات ثلاثہ ہوئے۔ بعض اوقات سوتے ہوئے شدید دباؤ محسوس کرتا۔ کبھی اپنے اوپر کسی کو بیٹھا ہوا محسوس کرتا۔

جس طرح دو پہلوان لڑتے ہیں اس طرح روح اور نفس میں لڑائی ہوتی۔ جب روح کمزور تھی اس کا (شیطان) زور چلتا تھا۔ الحمدللہ جوں جوں محنت کرتا گیا۔ اس کا زور کم ہوتا گیا۔

ایک دفعہ خواب میں حضرت مدظلہ العالی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے کافی ساتھی بھی موجود تھے میں بھی ان میں بیٹھا ہوا تھا حضرت نے اشارہ کیا میں اٹھ کر گیا۔ حضرت نے میرے سینے پر انگلی رکھی۔ حضرت کے سینہ اطہر سے ایک تجلی نکلی اور میرے سینے میں داخل ہوگئی۔ اس کو شاید توجہ کہتے ہیں۔

کئی دفعہ کوئی ہاتھ ملاتا لیکن سمجھ نہیں آئی کہ کون تھا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی عظمت کی دلیل ہیں۔

۲۴ جنوری ۱۹۹۸ کو رمضان المبارک میں حضرت المکرّم نے روحانی بیعت کروائی جس کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ ایک اور ساتھی جس کا نام ندیم تھا۔ ایک دن اس کا بھائی دفتر تنظیم الاخوان ذکر کے لئے لایا۔ اس نے بتایا کہ یہ زندگی سے بیزار ہو چکا ہے اور شدید Tension کا شکار ہے۔ اسے طریقہ ذکر بتایا اور اس نے ذکر شروع کیا باقاعدگی سے نہیں آتا تھا ہم اکٹھے مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ میرے گھر روزانہ مغرب کے بعد ذکر الٰہی ہوتا تھا۔ میں اسے روزانہ نماز کے بعد ساتھ لے آتا اور اکٹھے ساتھیوں کے ساتھ ذکر کرتے تقریباً دو ماہ بعد اس نے بتایا کہ ایک دن اسے نیند نہیں آرہی تھی دس بجے رات کا ٹائم ہوگیا۔ سوچا تھوڑا ذکر ہی کر لوں۔ چند ضربیں مارنے کے بعد سوگیا تقریباً تین بجے آنکھ کھلی تو ذکر جاری تھا اور سانسیں پھولی ہوئی تھیں۔ ایک دفعہ خواب میں ذکر کرتے کرتے روضہ اطہر پر پہنچ گیا۔ ایک دفعہ اس نے بتایا حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی ایک جرنیل کے لباس میں ہیں کئی کمانڈر آپ کو سلام کر رہے ہیں۔

چھ سال میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں جو باتیں اخذ فیض کے لئے ضروری ہیں وہ یہ ہیں شیخ المکرّم سے سچی عقیدت۔ شیخ کے مشن سے پیار۔ یعنی نفاذ اسلام کے لئے پوری کوشش کرنا۔ جان۔ مال۔ وقت، دعوت اور کثرت ذکر۔

اللہ کریم ہمیشہ ہمیشہ حضرت المکرّم کی نسبت عطا فرمائے اور نفاذ اسلام کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

ناصحین متوجہ ہوں

آپ کا یہ مشورہ کہ اگر دینی جماعتیں اور الاخوان اپنے ساتھیوں سے کہیں کہ وہ دیانت دار ہو جائیں تو اسلام نافذ ہو جائے گا تو ناصحین مطلع رہیں کہ یہ اسلام الحمد للہ نافذ ہے ہم پر بھی اور عامۃ المسلمین پر بھی۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ حکومت بھی ہمیں وہ حقوق دے، ہمارے ساتھ وہ سلوک کرے جو مسلمان حاکم کو مسلمان شہری کے ساتھ کرنا چاہئے۔ عدالتوں میں وہ انصاف مہیا کیا جائے جو قرآن و سنت کے مطابق ہو اور ہر جرم کی وہ سزا دی جائے جو قرآن اور اسلام کے مطابق ہو۔ معاشی نظام کو سود سے چھٹکارا دلا کر، کافرانہ نظام سے چھٹکارا دلا کر اسلامی معاشی بنیادوں پر استوار کیا جائے اور ملکی وسائل کو اہل وطن میں ان کے جائز حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 3-12-2000

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ایک بہت عجیب بات ہے جو بہت سی غلط فہمیاں پیدا کرتی ہے۔ نفاذ اسلام کے بارے اور نفاذ اسلام کے مطالبے سے سمجھا یہ جاتا ہے کہ لوگوں کو سرکاری طور پر نماز روزے کا پابند کیا جائے یا جس طرح حکومتوں نے زکوٰۃ کمیٹیاں اور صلوٰۃ کمیٹیاں بنائیں اس طرح کی چند چیزیں کی جائیں۔ حالانکہ نفاذ اسلام سے ایسی کوئی بات مراد نہیں ہے اور میں یہ بھی واضح کر دوں کہ جتنی دینی جماعتیں ہیں اور جتنے دینی مدارس ہیں ان کا کام صرف دینی تعلیم یا دین کے بارے نعرہ بازی نہیں ہے بلکہ سب کا بنیادی کام یہ ہے کہ جتنے ان کے اراکین ہوں یا مدارس کے جتنے اساتذہ یا شاگرد یا طالب علم یا جو لوگ بھی متعلق ہوں ان سے وہ سب نہ صرف اسلام سیکھیں بلکہ اس پر عمل بھی کریں۔ اور اللہ کی عبادت سمجھ کر نماز روزہ کریں۔ سچ بولیں، رشوت سے اجتناب کریں، دوسروں کے حقوق چھیننے سے احتراز کریں۔ بلکہ ظلم ہوتا دیکھ کر اس کا مداوا کریں اور اسے روکیں۔ ایسی بات نہیں ہے کہ ملک میں سارے لوگ کرپٹ ہیں سارے لوگ رشوت لیتے ہیں۔ بلکہ میں نے پولیس فورس میں ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو رشوت نہیں لیتے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ایک سب انسپکٹر ہوا کرتا تھا۔ ایک زمانے میں وہ لاہور ایک معروف تھانے کا ایس ایچ او تھا پھر وہ اوکاڑہ سائیڈ پہ بھی رہا۔ وہ راولپنڈی کا رہنے والا تھا اور ہوم ڈسٹرکٹ میں بھی رہا۔ اس کی دو بیویاں پانچ چھ بچے تھے اور تنخواہ وہی تھی جو ایک پولیس سب انسپکٹر کی ہوتی ہے اس نے پورے مہینے کا بجٹ بنایا ہوا تھا اور صبح کی چائے ملا کرتی تھی اور شام کو چائے نہیں بنتی تھی اس طرح کھانے کا بھی ٹائم ٹیبل ہوتا تھا اور اس کے مطابق گھر چلایا جاتا تھا۔ تو لاہور میں ایک دفعہ میں مولوی فضل الرحمٰن کے گھر ٹھہرا ہوا تھا وہ انسپکٹر بھی وہیں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے صبح اوکاڑہ جانا تھا۔ کسی عدالت میں شہادت کے لئے تو وہ راولپنڈی سے لاہور آیا اور وہاں مولوی صاحب کے پاس آ کر ٹھہرا تو جب ہم عشاء سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا مولانا میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے پاس کپڑوں کا ایک ہی جوڑا ہے اور صبح مجھے اوکاڑہ جانا ہے اور آج میں سفر کر کے آیا ہوں تو مجھے تھوڑی سی اجازت دیجئے میں کپڑے دھو کر خشک کر لوں اور آپ میری مدد کریں ان پر استری کر دیں۔ صبح تو مجھے تھانیدار بن کر باہر نکلنا ہے تو اس طرح کے لوگ ہماری بدنام ترین فورس پولیس میں تھے بھی اور ہیں بھی۔

اسی طرح کے دیانت دار، راست گو، اچھے لوگ ہر شعبہ زندگی میں موجود ہیں اور اس ملک کو یہ فخر حاصل ہے الحمد للہ کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے زیادہ باعمل مسلمانوں کی اکثریت اس ملک پاکستان میں ہے۔ اس وقت اگر آپ روئے زمین کی مسلم ریاستوں کو دیکھیں تو عملاً اسلام کو جن لوگوں نے اپنایا ہوا ہے وہ اس ملک کے باسی ہیں۔ یہ دیہات کے ان پڑھ اور جاہل جنہیں Layman کہا جاتا ہے۔ اور جن کے جینے مرنے کی خبر نہیں لی جاتی سارے ظلم سہنے کے باوجود یہ سچ بولتے ہیں، دیانت داری ان کا شعار ہے، وعدہ کریں تو ایفا کرتے ہیں اور اللہ کی عبادت بڑے شوق اور ذوق سے کرتے ہیں، مساجد کو آباد

رکھتے ہیں بلکہ خلاف شریعت اگر کوئی کام کرے تو اس کا معاشرے میں بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔اسے مجبور کر دیتے ہیں توبہ کرنے پر اور شرعی طریقہ اختیار کرنے پر۔

اپنے اوپر اسلام اگر نہیں نافذ کیا ہوا تو وہ ایک طبقہ ہے مراعات یافتہ یا حقیقی ڈاکوؤں یا حقیقی لٹیروں کا جنہوں نے ملک وقوم کو لوٹ کر پاکستان کو مغرب کا غلام بنا دیا ہے جو اسلام کے نام سے ڈرتے اور لرزتے ہیں۔اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جھگی نشینوں کی طرح کہیں ہمیں بھی اپنی اصلیت میں واپس نہ آنا پڑے۔عام آدمی کو بھی وہ سہولتیں نہ مل جائیں جو ہمارے پاس ہیں۔ہمیں یہ سہولتیں تقسیم نہ کرنی پڑیں۔ان کے بچوں کے لئے سکول کالج الگ ہیں،عدالتیں ان سے الگ طرح کا انصاف کرتی ہیں۔کیا ہم روزمرہ نہیں دیکھتے کہ سیاسی لیڈروں پہ اگر قتل کا الزام آتا ہے تو ان کا بنگلہ ہی جیل خانہ بنا دیا جاتا ہے اور جو گارڈ وہاں پولیس کی لگائی جاتی ہے وہ انہیں مفت کے چوکیدار اور چپڑاسی مل جاتے ہیں۔وہ بھگارے ہوتے ہیں ان سپاہیوں کو "جا کاکا دو بوتلیں پھڑ لے آ' جا کاکا اتھوں سگرٹ پھڑ لے آ۔'' انہیں مفت کے ملازم مل جاتے ہیں جو تنخواہ سرکار سے لیتے ہیں کام ان کا کرتے ہیں۔

غریب آدمی پر بے گناہ بھی پرچہ ہو جائے تو بری ہونے تک اس کا جلوس نکل جاتا ہے۔اور یہ اگر جیل بھی چلے جاتے ہیں تو وہاں اے کلاس والے ہوتے ہیں غریب کو وہاں بھی ان کے لئے کھانا پکانا پڑتا ہے اور ان کے لئے جیل میں بھی بستر گھر سے جاتا ہے۔ریڈیو،ٹی۔وی اور کارڈلیس ٹیلی فون اور اخباران کو مہیا ہوتے ہیں۔اور وہ وہاں انجوائے کرتے ہیں۔غریب جیل میں جا کر صحت تباہ کرتا ہے،مال تباہ کرتا ہے،اس کا خاندان اجڑتا ہے،رسوا ہوتا ہے اور یہ لوگ جا کر صحت بنا کر نکلتے ہیں۔یہ مراعات یافتہ طبقہ جو ہے یہ اسلام کے نام سے ڈرتا ہے ورنہ مسلمانوں کی اسی فیصد وہ آبادی جو دیہات میں ہے اور جو بیس فیصد شہروں میں ہے اس میں سے بھی 98 فیصد وہ لوگ ہیں جو اسلام پر عمل کرتے ہیں،سچ بولتے ہیں،سیدھی بات کرتے ہیں،لین دین کے کھرے ہیں تو پھر نفاذ اسلام کا مطالبہ کیا حیثیت رکھتا ہے بڑی چھوٹی سی سادہ سی بات ہے۔

ملک کو ، قوم کو، آئین اور آئینی حدود سکھانے والے خود آئین کو پس پشت کیوں ڈال دیتے ہیں؟

جسٹس غلام مجدد مرزا چیف جسٹس تھے پنجاب ہائی کورٹ کے اور یہیں اسی مسجد میں میرے پاس تشریف لائے، ان دنوں بھی موومنٹ چل رہی تھی نفاذ اسلام کی وہ کہنے لگا کہ مجھے یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ ہر آدمی تو کھلے بندوں اسلام پر عمل کرتا ہے پھر نفاذ اسلام سے کیا مراد ہے۔یہی سوال آج بھی ہمارے دانشوروں کی سمجھ میں نہیں آرہا۔نفاذ اسلام سے مراد یہ ہے کہ جو مشینری ملک چلاتی ہے جس ادارے کو آپ حکومت کہتے ہیں اس ادارے کو کس انداز سے بنایا جائے،کن لوگوں کو آگے لایا جائے یہ طریقہ اسلام سے سیکھا جائے، سنت رسول ﷺ سے حاصل کیا جائے، اللہ کی کتاب سے حاصل کیا جائے، یہ نفاذ اسلام ہے۔وہ ادارہ جب لوگوں سے ڈیل کرتا ہے،عدالتیں بناتا ہے،حقوق متعین کرتا ہے، جرائم کی حدود متعین کرتا ہے،قوانین بناتا ہے، دستور سازی ہوتی ہے، آئین سازی ہوتی ہے یعنی اس ادارے کا اور عام شہری کا، حکومت کا اور رعیت کا جو رشتہ ہے وہ اسلامی کیا جائے اور اس انداز سے حکمران حکومت کریں جس انداز سے حکومت کرنے کا حکم قرآن دیتا ہے اور اللہ کے نبی ﷺ کی سنت دیتی ہے۔ملکی معیشت کو اس انداز سے چلایا جائے جس انداز سے چلانے کا حکم آقائے نامدار ﷺ نے دیا جس انداز سے چلانے کا حکم قرآن دیتا ہے اور جس سے انحراف کو قرآن کہتا ہے یہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

مجھے خوشی ہوئی کہ ہمارے کالم نویس حضرات اور دانشور حضرات نے ہمیں اس قابل سمجھا کہ انہوں نے اپنے کالموں میں الاخوان کا اور الاخوان کے اس اقدام کا ذکر کیا بہت اچھی بات ہے لیکن اس کے ساتھ جو مشورہ ملا۔۔۔۔۔مشورہ دینا کوئی بری بات نہیں ہے اور میں مشورہ سن کر خفا نہیں ہوں بلکہ ممنون ہوں شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن یہ مشورہ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہے مشورہ یہ ہے کہ ہم الاخوان کے کارکنوں کو کہیں کہ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں کہ خود سچ بولیں۔۔۔۔۔ یہ کہتے ہوئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

پینتالیس سال تو مجھے ہو گئے اور اس سے پہلے اتنا عرصہ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے انسان سازی پہ لگایا۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی عمر پچاس برس بنتی ہے جو انسان سازی پہ لگی۔ تبلیغی جماعت کا بنیادی مقصد کردار سازی ہے جو مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ نے دہلی سے شروع فرمائی اور آج تک روئے زمین پر جو کام بھی تبلیغی جماعت کر رہی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ لوگ احکام اسلامی سے نہ صرف واقف ہوں بلکہ ان کو اپنائیں اور ان پر عمل کریں اور الحمدللہ بے شمار ایسے لوگ ہیں جن کی اصلاح ہوئی اور جو برائی چھوڑ کر نیکی کی طرف آئے۔

سلسلہ عالیہ میں تو آپ کو ایک ہجوم ان لوگوں کا ملتا ہے جنہیں حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، اللہ کی رحمت کے زیر سایہ لائے اور جو کلبوں سے جوا خانوں سے اور شراب خانوں سے نکل کر مساجد کی آبادی کا سبب بن گئے۔ اس میں ہمیں کسی حکومت کی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ علماء حق کا اور اہل اللہ کا منصب ہے کام ہے، ذمہ داری ہے۔

اسی طرح جماعت اسلامی، پاکستان سے دس سال عمر میں بڑی ہے اور اس کی بنیاد اسی بات پر ہے کہ انسانوں کی کردار سازی کی جائے۔ دیگر تمام دینی سیاسی جماعتیں یا دینی غیر سیاسی جماعتیں ان سب کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انسانوں کی کردار سازی کی جائے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ سارے انسان کبھی فرشتے نہیں بن جاتے لیکن کم از کم ہر ایک کے دل میں احساس زیاں ضرور پیدا ہو جاتا ہے اور وہ گناہ کر کے فخر نہیں کرتے، شرمندہ ہوتے ہیں غلطی ہو جائے تو اس کا اعادہ نہیں کرتے بلکہ اس کے ازالے کی کوشش کرتے ہیں اور انسان کی تبدیلی اتنی ہی ممکن ہے معصوم عن الخطا نبی ہوتا ہے غیر انبیاء سے غلطیوں کا صدور ممکن ہے انسان کو فرشتہ بنانا نہ اللہ کا مقصد ہے نہ اللہ کے رسول ﷺ کا نہ اللہ کے دین کا۔ انسان کو انسان بنانا ہی مقصد ہے اور معراج انسانیت یہ ہے کہ نیکی پر اپنی قوت صرف کرے اور غلطی ہو جائے تو غلطی قبول کرے اور اس کا ازالہ کرے اور اللہ سے مغفرت چاہے اور آئندہ کی اصلاح کرے اور یہ کام الحمدللہ تمام دینی جماعتیں،

آئین میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ فوجی جرنیل ایک عہدہ تراش لیں اور اس کا نام چیف ایگزیکٹو رکھ لیں اور ملک پر سوار ہو جائیں؟

تمام دینی ادارے، تمام دینی مدارس کر رہے ہیں۔ بنیادی طور پر یہی ان کا مقصد ہے۔ میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ ہم سے کوتاہیاں ہوئیں یا نہیں۔ ہم سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں ہم بھی انسان ہیں، لیکن یہ منشور ہے ہر دینی مدرسے کا، ہر دینی جماعت کا، ہر جہادی تنظیم کا، ہر دینی سیاسی جماعت کا۔ لہٰذا انہیں ایسی نصیحت کرنا ہی فضول ہے۔ یہ فرد کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے کہ اس کا کردار کیسا ہے جبکہ سیاسی جماعت کا معاملہ حصول اقتدار ہے۔

آپ کا یہ مشورہ کہ اگر دینی جماعتیں اور الاخوان اپنے ساتھیوں سے کہیں کہ وہ دیانت دار ہو جائیں تو اسلام نافذ ہو جائے گا تو ناصحین مطلع رہیں کہ یہ اسلام الحمدللہ نافذ ہے ہم پر بھی اور عامۃ المسلمین پر بھی۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ حکومت بھی ہمیں وہ حقوق دے، ہمارے ساتھ وہ سلوک کرے جو مسلمان حاکم کو مسلمان شہری کے ساتھ کرنا چاہئے۔ عدالتوں میں وہ انصاف مہیا کیا جائے جو قرآن و سنت کے مطابق ہو اور ہر جرم کی وہ سزا دی جائے جو قرآن اور اسلام کے مطابق ہو۔ معاشی نظام کو سود سے چھٹکارا دلا کر، کافرانہ نظام سے چھٹکارا دلا کر اسلامی معاشی بنیادوں پر استوار کیا جائے اور ملکی وسائل کو اہل وطن میں ان کے جائز حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو چھ مہینے سیاست میں رہے اس کی تو کئی نسلوں کو مزدوری کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے، جو مزدوری کرتا ہے اس کی ساری نسلیں آئندہ بھی مزدور ہی رہیں۔ نہ اس کے بچے پڑھ سکیں نہ اسے کوئی سہولت حاصل ہو۔ انسانوں کو انسان سمجھا جائے، مسلمانوں کو مسلمان سمجھا جائے، شہریوں کو شہری سمجھا جائے، غیر مسلموں کو بھی ان کے وہ حقوق دیئے جائیں جو اسلام ان کے انسانی حقوق دلواتا ہے۔

تو میری گزارش یہ ہے کہ جب ہم نفاذ اسلام کی بات کرتے ہیں تو اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ صلوٰۃ کمیٹیاں بن جائیں زکوٰۃ کمیٹیاں بن جائیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ سسٹم، وہ نظام جسے آپ ملکی نظام کہتے ہیں، جسے آپ ملکی دستور کہتے ہیں، جسے آپ عدلیہ کہتے ہیں، جسے آپ تعلیم کہتے ہیں، جسے آپ علاج معالجہ کہتے ہیں، جسے

کی وزارتیں آپ نے بنائی ہوئی ہیں، وہ وزارت جو قانون سازی کی وزارت قانون ہے، آپ کے یہ سیاسی انداز و اطوار جو کبھی آپ اسرائیل سے لیتے ہیں ایک حصہ فرانس سے نقل کرتے ہیں کچھ حصہ برطانیہ سے لیکر کاؤنٹیاں بنانا آپ نے شروع کر دی ہیں، اس انداز کو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا جائے، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا جائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لیا جائے، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا جائے، خلافت راشدہ سے لیا جائے، قرآن وسنت سے لیا جائے، یہ سادہ سی بات ہے اور نفاذ اسلام کے مطالبے کا آسان معنی یہ ہے حکومت سازی قرآن وسنت کے مطابق کی جائے۔

یہ کونسی آئینی اور دستوری حکومتیں ہیں کہ ہر آنے والی حکومت کہتی ہے قانون کے مطابق الیکشن ہوں گے اور موجودہ فوجی حکومت نے بھی کہا کہ جناب ہم الیکشن کرائیں گے اور آئین اور دستور کی پابندی ہوگی اور دفعہ باسٹھ اور تریسٹھ آئین کی جو ہیں وہ لاگو ہوں گی اور پھر ہفتے بعد معذرت کر لی کہ جی نہیں باسٹھ تریسٹھ تو نہیں یہ اس لئے کہ آپ کو بھی چور ہی بھرتی کرنے ہیں۔ باسٹھ تریسٹھ میں کیا قباحت کیا مشکل ہے؟ یہی کہ کوئی بد دیانت کوئی خائن جس کی دیانت کی لوگ گواہی نہ دیں وہ الیکشن میں نہیں آ سکتا۔ آپ ان دفعات کو ہٹا رہے ہیں، ہر حکومت ماضی میں بھی اسے ہٹا دیتی رہی ہے۔ یہ ملک کا آئین ہے یا حکمرانوں کے لئے بازیچہ اطفال ہے؟ یہ تو وہی یہودیوں والا رویہ ہے۔ جسے قرآن نے کہا تھا افتومنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض۔ کہ آدھی کو مانتے ہو اور آدھی کا انکار کر دیتے ہو۔ جہاں تمہارے حق میں بات جاتی ہو وہاں مان لیتے ہو جہاں تمہارے مفادات پر زد پڑتی ہو وہاں انکار کر دیتے ہو۔ ملک کو، قوم کو، آئین اور آئینی حدود سکھانے والے خود آئین کو پس پشت کیوں ڈال دیتے ہیں؟

یہاں آئین کہاں ہے؟ آئین تو کہتا ہے کہ اگر ایک حکومت معزول ہوگئی تھی تو آنے والا نوے دن کے اندر انتخاب کراتا اور دفعہ باسٹھ تریسٹھ کے تحت اور اچھے لوگوں کو منتخب کر کے حکومت ان کے سپرد کرتا، آئین میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ فوجی جرنیل ایک عہدہ تراش لیں اور اس کا نام چیف ایگزیکٹو رکھ لیں اور ملک پر سوار ہو جائیں؟ کسی آئین میں ہے؟ کس دستوار میں ہے، قانون کی کسی کتاب میں ہے؟ دستور پاکستان نے سپریم کورٹ کو کہاں اجازت دی ہے کہ وہ مہلتیں دیتی پھرے کہ جی فلاں شخص تین سال حکومت کرے اور فلاں پانچ سال کرے۔ عدالتوں کا کام بنائے ہوئے قانون کے مطابق اس کے نفاذ کا ہے نہ کہ نئی باتیں بنا کر جو حکومت آئے اس کو نظریہ ضرورت ایجاد کر کے حکومت دے دے اور کسی کو مہلت اور فرصت دے دے، عدالت کے امور میں یہ داخل کب ہے؟ آئین پاکستان یا دستور پاکستان اگر اتنی ہی متبرک دستاویز ہے تو پھر اس کا تبرک کہاں گیا؟ عدالتیں کہاں اس کا اتباع کر رہی ہیں اور دستور کے کون سے جملے میں چیف ایگزیکٹو کا عہدہ درج ہے، یہ کہاں سے نازل ہوا، کسی آئین کسی دستور میں ہے؟

اسلام کا مطلب صرف یہ ہے کہ نہ تو عدالت اپنی مرضی کرے نہ کوئی جرنیل اپنی مرضی کرے، نہ کوئی مولوی اپنی مرضی کرے نہ کوئی پیر اپنی مرضی کرے اور نہ عام آدمی اپنی مرضی کرے بلکہ اللہ کی زمین پر سارے اللہ کے بندے ہوں اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا قانون اور دستور جو حق جس کو دیتا ہے اپنے حق کے اندر رہ کر اپنی حدود کے اندر رہ کر اپنا فریضہ انجام دے۔ رزق کے وسائل کے سارے اہل وطن مستحق ہیں ہر شخص کو وہ جاب دی جائے جس کا اس میں ٹیلنٹ ہے اور جس میں ٹیلنٹ ہی نہیں ہے اسے نہ دی جائے۔ یہاں صبح ٹی وی والے ایک شعبے کے ڈپٹی ڈائریکٹر سے بات چیت کا پروگرام دکھا رہے تھے۔ ڈپٹی ڈائریکٹر کاغذ پر لکھی ہوئی وہ عبارت پڑھ نہیں سکتا تھا وہ بھی ماتحتوں نے لکھ کر دی ہوگی کہ آپ کو یہ کہنا ٹی وی والوں کو۔ کاغذ سے دیکھ کر پڑھ نہیں سکتا تھا۔ ایسے ایسے سفارشی ڈائریکٹر بیٹھے ہیں۔ کسی کا بھانجا کسی کا بھتیجا ہوگا ورنہ ٹیلنٹ تو نظر آ رہا تھا کہ جو چند جملے ٹیلی ویژن کو اپنے شعبے کے بارے بتانے ہیں وہ لکھے ہوئے ہاتھ میں ہیں اور ڈائریکٹر صاحب پڑھ کر سنا نہیں پا رہے اور یہ عالم کسی ایک ادارے تک محدود نہیں ہے یہ چپڑاسی سے لیکر پریذیڈنٹ

www.naqshbandiaowaisiah.com

تک جاتا ہے کہ سامنے کاغذ پڑا ہوا ہے اور صاحب سے پڑھا نہیں جا رہا اور ورقے پھڑ پھڑ کر رہے ہیں۔ کیا کوالیفکیشن ہے؟ کسی کوالفیکیشن پر حکومتیں دی جا رہی ہیں؟ احتساب، احتساب، احتساب کا نعرہ لگ رہا ہے۔ سادہ سا اصول ہے جو کچھ وطن میں ہے سارے کا سارا قوم کا ہے، وطن کا ہے، اس میں جتنا جس کا اپنا حق بنتا ہے وہ اپنا حق ثابت کرے اور لے جائے۔ ایک ایک بیوروکریٹ نے، ڈپٹی کمشنر نے CSP افسر نے، ڈپٹی کمشنر کے لیول کے افسر نے دس دس کوٹھیاں بنا کر لاہور جیسے شہروں میں کرائے پر چڑھا رکھی ہیں۔ کہاں سے کمائے ہیں اس نے؟ پولیس کے ایک ڈی۔ ایس پی۔ کا نوے لاکھ ڈالر جمع ہے کہاں سے کمائے ہیں اس نے؟ یہ ثابت کرنا حکومت کا کام نہیں ہے، یہ اس اہلکار کا کام ہے۔ اور ثابت کرے کہ اس نے کہاں سے لئے ہیں۔ جو نہیں کر سکتا تو وہ بیت المال کو دے۔ یہ تو قوم کا مال ہے۔ پولیس کے ایک ایک حوالدار اور ایک ایک اے۔ ایس۔ آئی کی پچاس پچاس گاڑیاں شہر میں چل رہی ہیں پچاس گاڑیوں کا مالک ہے تو ایک حوالدار کو یا اے۔ ایس۔ آئی کو ایک سٹار کو کرتا کیا ہے؟ کہاں سے لیں اس نے پچاس گاڑیاں؟ بڑے شہروں میں جتنی ٹریفک ہے پولیس والوں کی ہے۔ صرف ایک شہر کراچی میں ٹرانسپورٹ کی روزانہ رشوت دو کروڑ روپے ہے۔ ایک دن میں جو بھتہ مقرر ہے ٹیکسیوں کا، رکشوں کا، ٹرکوں کا، ریڑھوں کا، گڈوں کا۔ جو رشوت روزانہ پولیس کو ٹریفک سے جاتی ہے کراچی شہر کی ایک دن کی دو کروڑ ہے۔ یہاں اسلام نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ جس ملک میں مریض کو دوائی نہیں ملتی اس ملک میں ایک شہر کی ایک دن کی رشوت دو کروڑ ہے۔ پتہ ہے چیف صاحب کو کہاں کہاں تک پہنچتا ہے وہ دو کروڑ روپیہ۔ وہ سارے سپاہی کھا جاتے ہیں؟ سارا اے۔ ایس۔ آئی کھا جاتا ہے؟ سارا ایس۔ پی کو ہضم نہیں ہوتا، سارا آئی جی کو بھی ہضم نہیں ہوتا، یہ چوٹی تک جاتا ہے، اوپر تک جاتا ہے۔ تو نفاذ اسلام سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ ہمیں کوئی نمازیں سکھائے، نفاذ اسلام سے یہ بھی

نفاذ اسلام سے ہماری مراد یہ ہے کہ چیف ایگزیکٹو سے لیکر ایک دیہاتی چرواہے تک سب پر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا قانون برابر حیثیت میں لاگو ہو

مراد نہیں ہے کہ روزے کے مسائل ہم نے کسی سے پوچھنے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو بتانا ہے، نہیں! نفاذ اسلام سے مراد یہ ہے کہ جو رشوت دے اور جو رشوت لے اس پر حد شرعی جاری کی جائے۔ جھوٹی گواہی دینے والا اپنے جھوٹ کو فیس بھی کرے۔ شرعی عدالتوں کا قانون یہ ہوگا اور ہے اور فقہ میں موجود ہے کہ اگر ایک عدالت ملزم کو سزا دیتی ہے یا بری کرتی ہے اور اس سے اوپر کی عدالت کہتی ہے کہ تم نے فیصلہ غلط کیا، سیشن جج نے سزائے موت دے دی اور ہائی کورٹ بری کر دیتی ہے تو ہائی کورٹ کے ذمے ہے کہ سیشن جج کا محاسبہ کرے۔ کیوں اس نے سزائے موت دی؟ ایک بندے کو خواہ مخواہ اس نے کیوں ٹارچر کیا۔ اگر شہادتیں اس موقع میں موجود نہیں ہیں کہ اس قاتل کو سزائے موت دی جائے تو بندے کو تو بری کر دیا جائے، جج کو بھی پوچھا جائے کہ جب شہادتیں اس معیار کی نہیں تھیں تو اس نے سزا کیوں دی۔ تین وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو اس نے پرواہ ہی نہیں کی اس صورت میں وارننگ دی جائے یا وہ اس کا اہل ہی نہیں یعنی سمجھتا ہی نہیں تو پھر اسے نکالا جائے عدلیہ سے، ایسے نااہلوں کا کیا کام ہے عدلیہ میں؟ ڈس مس کیا جائے یا پھر اس نے رشوت لی ہے تو اس کے خلاف رشوت کا کیس چلایا جائے اور اسے رشوت لینے کی سزا دی جائے تاکہ لوگ اپیلوں کے چکروں میں پڑیں ہی نہیں۔ لوگوں کو پتہ ہو کہ فیصلہ وہی ہوگا جس پہ دس اپیلیں بھی ہوں گی تو فیصلہ وہی رہے گا۔

نفاذ اسلام سے ہماری مراد یہ ہے کہ چیف ایگزیکٹو سے لیکر ایک دیہاتی چرواہے تک سب پر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا قانون برابر حیثیت میں لاگو ہو اور سارے اس کے سامنے ایک شہری کی حیثیت سے ہوں اور سارے مکلف ہوں اور جب بددیانتی کرے اس پر شرعی حد جاری کی جائے۔ نفاذ اسلام سے مراد یہ نہیں ہے کہ جناب لوگ نمازیں پڑھنا شروع کر دیں اور لوگ پارسا ہو جائیں۔ لوگ پہلے بھی بڑے پارسا ہیں اور بڑے نیک ہیں اور بڑے اچھے ہیں لیکن یہاں عالم یہ ہے۔ میں نے جنرل ضیاء الحق مرحوم سے ایک دفعہ گزارش کی یہیں اسی میرے دفتر میں یہاں تشریف فرما تھے تو میں نے عرض کیا تھا کہ جنرل

www.naqshbandiaowaisiah.com

صاحب! اسلام، اسلام کی جو آپ نے رٹ لگا رکھی ہے، یہ چھوڑ دیں تو اسلام پر آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔ تو وہ مبہوت ہو گئے اس بات سے کہ یہ کیسا عجیب آدمی ہے کہ میں اس بات کو اپنا کارنامہ سمجھتا ہوں یہ اسے کہہ رہا ہے کہ یہ چھوڑ دو تو وہ کہنے لگا کہ تمہارے خیال میں پھر کیا کرنا چاہئے۔ میں نے کہا جناب آپ ایک کام کریں اس ملک میں جو بدمعاش ہوتا ہے، جو شراب خور ہوتا ہے، جو رشوت خور ہوتا ہے اسے ایگزیکٹو لگا دیا جاتا ہے اور اسی گریڈ کا نیک اور شریف آدمی جو ہوتا ہے اسے سیکشن افسر بنا دیا جاتا ہے۔ آپ کے پاس کتنے سیکشن آفیسرز ہیں جو دیانت دار ہیں اور ان کا حق بنتا ہے لیکن انہیں ڈپٹی کمشنر کوئی نہیں لگاتا۔ ڈپٹی کمشنر اسی کو لگائیں گے جو ان کے اپنے کام کا بندہ ہو۔ دیانت دار پولیس افسر کو تنخواہ بانٹنے پہ لگا دیا جاتا ہے اور بدمعاش کو ضلع اور ڈویژن دے دیا جاتا ہے کمانڈ کرنے کے لئے رول کرنے کے لئے۔ تو آپ اگر مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ فیئر ہیں اور اچھا کرنا چاہتے ہیں تو مہربانی کیجئے ان بددیانتوں کو دیانت داروں کے ماتحت کر دیجئے۔ بدمعاشوں کو سیکشن افسر لگائیے، دیانت داروں کو ڈپٹی کمشنر لگا دیجئے۔ اور جس قدر وہ میری پہلی بات سے حیران ہوئے تھے دوسری بات سن کر وہ اتنے ہی مطمئن ہوئے اور کہنے لگے کاش میں نے بڑا وقت ضائع کیا اصل کرنے کا کام تو یہی تھا جو آپ نے اب بتایا۔ کاش! میں نے آپ کی بات پہلے سنی ہوتی۔ اور اس کے بعد ان کے پاس فرصت ہی نہیں تھی۔ تین چار مہینے کے بعد حادثہ ہو گیا لیکن وہ دو تین مہینے بھی ہر اپوائنٹمنٹ پر بھی اس کا سٹاف مجھے بتاتا تھا کہ اب بندے کی ذات کے بارے میں پوچھا کرتا ہے کہ کون ہے اس کے عقائد کیسے ہیں اس کا کردار کیا ہے یہ کرتا کیا ہے لوگ اس کے بارے رائے کیا رکھتے ہیں۔ تو وہاں گزارش یہ نہیں ہے کہ حکومت ہمیں دو بے شک حکومت آپ کے پاس ہے، آپ حکومت رکھیں، ہمارے ساتھ معاملہ وہ کریں جو قرآن وسنت کے مطابق ہو۔ حکومت اس انداز سے کریں جس انداز سے کرنے کا حکم خدا اور رسول ﷺ دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو

دیانت دار پولیس افسر کو تنخواہ بانٹنے پہ لگا دیا جاتا ہے اور بدمعاش کو ضلع اور ڈویژن دے دیا جاتا ہے کمانڈ کرنے کے لئے

بھی اس قالب میں ڈھالیں اور ملک کے ہر شہری کو اس قالب میں ڈھالیں۔ وہاں اقلیتوں کے بھی حقوق ہیں، غیر مسلموں کے بھی حقوق ہیں، چوروں باغیوں ڈاکوؤں کی سزا جزا بھی موجود ہے، قانون شکنی کرنے والوں کی بھی سزا موجود ہے اور سارے مسائل کا حل قرآن اور سنت میں موجود ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم اپنی ساری زندگی اسلام کے مطابق بسر کر کے جب حکومت کے دروازے پر ڈاک خانے جاتے ہیں، بینک جاتے ہیں، عدالت جاتے ہیں، تھانے جاتے ہیں، ہسپتال جاتے ہیں یا سکول جاتے ہیں وہاں جو سلوک ہوتا ہے ہمارے ساتھ وہ غیر اسلامی ہے۔

لہذا نفاذ اسلام سے مراد یہ ہے کہ حکومت ہمارے اور اپنے درمیان رشتے کو اسلامائز کرے اور اگر نہیں کرے گی تو اس کا اور ہمارا جو ناجائز تعلق ہے اسے ہم قبول نہیں کرتے۔ غیر شرعی طریقے سے حکومت کرنا بالکل ایسا ہے جیسا حکومت کا پبلک کے ساتھ ناجائز رشتہ ہے۔ اسی لئے اس میل جول سے آگے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ناجائز ہوتی ہے اور کتنی ناجائز اولادیں اس ملک نے پالیں جنہوں نے برسر اقتدار آ کر اس ملک کو لوٹا وہ سیاسی طور پر ناجائز اولادیں تھیں جنہوں نے ملک کو آباد کرنے کی بجائے اس کی بربادی کے سامان کئے اور مسلمانوں کے ملک کو یہودیوں کے پاس گروی رکھ دیا اور دولت لوٹ کر خود فرار ہو گئے۔ یہ اسی ناجائز رشتے کی پیدا کی ہوئی ناجائز اولاد تھی۔ تو ہمیں صرف حرام زادوں سے نجات چاہئے حرام کاری سے نجات چاہئے اور ناجائز رشتوں سے نجات چاہئے۔

میری گزارش یہ ہے کہ ہمارے دانشور اور ہمارے کالم نویس اور ہمارا پڑھا لکھا طبقہ از راہ کرم ہماری اس گزارش پہ توجہ فرمائے اور اسے سمجھ لے۔ ہم وعظ کہنے کے لئے نہیں اسلام کے نفاذ کے لئے، بات کے لئے میدان میں ہیں اور یہ ہمارا حق ہے۔ ہم مسلمان ہیں ان مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ جنہوں نے روئے زمین کو اسلام سے آشنا کیا تھا۔ ہم غیر اسلامی معاشرے کو، غیر اسلامی قوانین کو، غیر اسلامی حکومتوں کو رد کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ حکمرانوں کا رشتہ وہ ہونا چاہئے جو قرآن وسنت کے مطابق ہو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

پانی کے مسائل حل کرنے کے لئے بڑے ڈیم تعمیر کئے جائیں

تنظیم الاخوان کے زیر اہتمام سیمینار سے ماہرین کا خطاب

میگزین رپورٹ

چھوٹے ڈیموں کی تعمیر پانی کے موجودہ بحران کا حل نہیں، بحران پر قابو پانے کے لئے بڑے ڈیم بنانا ہوں گے۔ پانی کی غیر منصفانہ تقسیم اور ماضی کے حکمرانوں کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے خوراک اور پانی کی کمی واقع ہوئی اگر پانی کے مسائل اور استعمال کنٹرول نہ کیا گیا تو غیر ملکی طاقتیں پاکستان کے باہر بیٹھ کر حکومت کریں گی۔ ان خیالات کا اظہار مختلف ماہرین نے تنظیم الاخوان کے زیر اہتمام سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مقررین نے کہا کہ اداروں میں اصلاحات کی جانی چاہئیں مقررین نے کہا کہ پانی کا بحران عوام کی وجہ سے نہیں حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے آیا۔ مقررین نے مطالبہ کیا کہ پانی کے نئے ذخائر اور تلاش کے لئے چین سے ٹیکنالوجی حاصل کی جائے۔ تربیلا اور منگلا ڈیم کے خالق انجینئر شاہنواز خان نے کہا کہ گزشتہ دنوں جب وہ کوہاٹ گئے تو وہاں ڈیموں کے علاقے میں بچے کرکٹ کھیل رہے تھے ڈیم خشک ہو چکے ہیں یہ صورت حال دیکھ کر دکھ ہوا منگلا اور تربیلا کی تعمیر کے وقت ہمیں معلوم تھا کہ مستقبل کی ضروریات پوری کرنے کے لئے یہ ڈیم ناکافی ہیں مگر سابق حکومتوں نے اپنی ناقص منصوبہ بندی کے باعث نئے ڈیموں کی تعمیر بارے کچھ نہیں کیا اور کالا باغ ڈیم کی رپورٹ ہوم ورک کے بغیر صوبوں کو پیش کر دی گئی جس کی وجہ سے صوبوں میں تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ بھاشا ڈیم کی رپورٹ جو کینیڈا کے ماہرین نے تیار کی تھی وہ سرد خانے کی نذر ہو گئی انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ایک لابی بڑے ڈیموں کے خلاف پرزور طریقے سے پراپیگنڈہ کر رہی ہے امریکہ بڑے ڈیموں کی تعمیر کے خلاف ہدایات جاری کر رہا ہے پاکستان میں بڑے دریا موجود ہیں تو بڑے ڈیم بننے چاہئیں اور ماضی سے سبق سیکھ کر درست سمت متعین کی جائے۔ مانیٹرنگ آرگنائزیشن ڈیمز کے چیئرمین اور ماہر تعمیرات انجینئر نصر اقبال ڈوڈی نے کہا کہ 1960ء میں پاکستان میں 58 ملین ایکڑ اراضی قابل کاشت تھی۔ پاکستان میں خوراک اور پانی ضرورت سے زیادہ دستیاب تھے لیکن آج 106 ملین ایکڑ اراضی قابل کاشت ہونے کے بعد خوراک پانی ناکافی ہو چکے ہیں۔ جس کی وجہ حکمرانوں کی غلط حکمت عملی اور پانی کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ انہوں نے کہا کہ پانی کی کمی کی وجہ سے گزشتہ دو سال میں غربت کی شرح 22 سے 37 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر صورتحال پر قابو نہ پایا گیا تو مستقبل میں حکمران پاکستان کے ہوں گے مگر حکومت باہر کے لوگ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ پانی سے متعلقہ محکمے پچاس فیصد خسارے میں جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ چھوٹے ڈیم مسئلے کا حل نہیں یہ صرف علاقائی ضرورت پوری کر سکتے ہیں اس لئے بڑے ڈیم بنانا ہوں گے، انہوں نے کہا کہ سندھی سائنسدان دلائل کے بغیر صرف اپنی بات کرتے ہیں دوسروں کی نہیں سنتے انہیں موثر طریقے سے قائل کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت ملک میں سطحی پانی کے ذخائر اکتالیس ایکڑ فٹ ہیں جس کو 45 اور 52 ملین ایکڑ فٹ تک بڑھایا جا سکتا ہے جبکہ مستقبل میں سطحی پانی کی ضرورت 162 ملین فی ایکڑ فٹ تک بڑھ جائے گی۔ جنرل مجیب نے طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ پانی کا موجودہ بحران ناقص حکمت عملی کا شاخسانہ ہے۔ سابق وفاقی وزیر اور سابق ڈپٹی چیئرمین سینٹ طاہر محمد خان نے کہا کہ وسیع قومی سوچ رکھنے والے افراد کو اکٹھا کر کے یک جہتی کے ذریعے مسائل حل کئے جائیں انہوں نے کہا کہ بلوچستان کو سیراب کرنے کی ضرورت ہے۔ ماہر ڈرلنگ میاں عبدالرحمان نے کہا کہ لیبیا صحرا میں معمر قذافی اگر 80 ہزار کنوئیں کھدوا سکتا ہے تو پاکستان میں پانی کی تلاش اور ذخائر میں اضافہ کیسے ممکن نہیں ہے۔ کالا باغ ڈیم کی سائٹ انویسٹی گیشن ٹیم کے سربراہ چودھری الطاف الرحمان نے کہا کہ پاکستان میں پانی کا بحران شروع دن سے ہے جس میں آبادی بڑھنے سے یہ اضافہ ہوتا گیا۔ انہوں نے ایوب خان کے انڈس معاہدے کو درست قرار دیا اور کہا کہ اس مسئلے سے نمٹنے کیلئے بڑے دریاؤں میں پانی سٹور کیا جائے اور کالا باغ ڈیم سمیت تمام منصوبوں کو مکمل کیا جائے انہوں نے کہا کہ جو ڈیم اس وقت موجود ہیں ان کی گنجائش بڑھانے اور ان سے بہتر طور پر کام لینے کیلئے کام کیا جائے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کاش

تحریر۔اعجاز حشمت خان

سیدھی سی بات ہے کہ سفر کے لئے گاڑی ضروری اور گاڑی کے سفر کے لئے دیگر چیزوں کے علاوہ ٹائروں کا صحت مند ہونا بھی ضروری ہے۔یعنی کہ ان میں ہوا بھی ہونی چاہئے۔دنیا کی معروف ترین کمپنی کی تیار کردہ انتہائی طاقتور انجن اور جدید لوازمات سے آراستہ مہنگی ترین گاڑی بھی اپنا سفر اس وقت تک جاری نہیں رکھ سکتی جب تک اس کے ٹائروں میں ہوا نہ ہو۔سفر کرتے ہوئے اگر ایک ٹائر کی ہوا نکل جائے تو اسے بدلنے کے لئے جیک سے کام چل جاتا ہے اور سواریوں کو نیچے نہیں اترنا پڑتا لیکن اگر کسی گاڑی کے ایک سے زائد ٹائروں کی ہوا بیک وقت نکل جائے تو جیک کافی نہیں ہوتا بلکہ سواریوں کو نیچے بھی اترنا پڑتا ہے اور ٹائر بدلنے کے لئے زور بھی لگانا پڑتا ہے اگر وہ ایسا نہ کریں۔150 کلومیٹر فی گھنٹہ سفر کرنے والی گاڑی فی میل 150 گھنٹوں میں بھی طے نہیں کر سکتی اور وہیں کھڑی رہتی ہے۔من حیث القوم ہم ایسی گاڑی میں سوار ہیں جس کے ایک دو نہیں چاروں پہیے پنکچر ہو چکے ہیں لیکن ہم اس گاڑی سے نیچے اتر کر اس کے ٹائروں کا مناسب بندوبست کرنے کی بجائے اے سی چلائے مزے سے اندر بیٹھے ہیں اور خوش ہیں کہ گاڑی چل رہی ہے۔گاڑی یقیناً چل رہی ہے لیکن اس کے اس طرح چلنے سے سفر کا تو ایک انچ بھی طے نہیں ہے؟ آپ دیکھ لیں ہم قرضوں کی قسطیں حاصل کرنے کے لئے عالمی مالیاتی اداروں کے سامنے گڑگڑاتے ہیں ان کی منتیں کرتے ہیں ان کی ہر جائز ناجائز بات سر تسلیم خم کرتے ہیں اور جب ہماری جھولی میں چند سکے ڈال دیتے ہیں تو ہم اس سے ٹینکی فل کروا لیتے ہیں تاکہ گاڑی کا انجن اور اس کا ائر کنڈیشنر چلتا رہے۔ہم کبھی بھی ٹائر بدلنے کی کوشش نہیں کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ گاڑی چل رہی ہے۔

موجودہ حکومت کے حوالے سے اگر بغور جائزہ لیا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ اپنے تمام دھواں دھار دعوؤں اور تیز رفتار اقدامات کے باوجود یہ قوم کی گاڑی کے پہیے تبدیل کرنے میں ناکام ہو چکی ہے اور بالآخر ٹینکی بھرو، فارمولے پر عمل پیرا ہے اور ٹینکی بھرنے کے لئے گاڑی کی ان مسافروں کی جیبیں خالی کی جارہی ہیں جن کا سفر ختم نہیں ہوتا البتہ ان کی قوت ضرور ختم ہوتی جارہی ہے۔ان مسافروں کا المیہ یہ ہے انہیں گاڑی بدلنے کا اختیار نہیں۔موجودہ حکمران جنہوں نے اقتدار سنبھالنے کے بعد بتایا تھا کہ گاڑی کے سات پہیے بدلنے کی ضرورت ہے اب اس گاڑی سے پیچھا چھڑاتے دکھائی دیتے ہیں۔اسی لئے جمہوری اداروں کی بحالی کے حوالے سے بہت غلغلہ ہے۔بتانے والوں نے شاید حکمرانوں کو بتایا ہے کہ جان چھڑانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ جمہوری ادارے بحال کر دیئے جائیں اور یوں دکھائی دیتا ہے کہ یہ بات حکومت کے دل میں گھر کرتی جارہی ہے۔

کون سے جمہوری ادارے بحال کئے جائیں گے؟ وہی جنہیں موجودہ حکومت نے برطرف کرتے وقت کرپٹ ترین قرار دیا اور ان کی برطرفی کو عوام کا بہترین مفاد بتایا تھا اور کم از کم سو افراد تو اب بھی ایسے ہیں جو احتساب کی زد میں ہیں۔ان کا احتساب مکمل ہوئے بغیر اگر اسمبلیاں بحال کی جاتی ہیں تو یقیناً یہ لوگ بھی بحال ہو جائیں گے اور جب یہ بحال ہوں گے تو ان کے اختیارات بھی بحال ہوں گے اور با اختیار کا احتساب اتنا آسان نہیں ہوتا بلکہ ممکن ہی نہیں ہوتا۔

پھر ان ماہ وسال کا حساب کون دے گا جو ملک میں جمہوری اور سرکاری نظام کی درستگی کے نام پر انہوں نے خرچ کئے۔جمہوری اداروں کی بحالی کا مطلب تو یہ ہوا کہ حکومت اپنی غلطی تسلیم کر رہی ہے۔ان دنوں ہر آدمی ایک ہی سوال کر رہا ہے کہ کیا جمہوری ادارے بحال ہو رہے ہیں؟ ہمارے پاس ان کا جواب نہیں لیکن کہتے ہیں کہ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔یقیناً کہیں نہ کہیں کوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com

بات ضرور ہے جو بات اتنی "پھیل" رہی ہے۔

پیپلز پارٹی کی حکومت کے خاتمے کے بعد جب نواز شریف نے وزیراعظم کا حلف اٹھایا تو بطور اپوزیشن لیڈر بے نظیر بھٹو کو تقریر کا موقع دیا گیا۔ انہوں نے اس وقت، ایک کھلا اعتراف کیا تھا کہ ہمیں اس لئے ہٹا دیا گیا کہ ہم بیرونی طاقتوں کے ایجنڈے پر ان کی خواہشوں کے مطابق عمل نہ کر سکے اور ان طاقتوں کا خیال ہے کہ نئے آنے والے ان کے مفادات کے بہتر نگران ثابت ہوں گے۔ لیکن موجودہ حکومت کو ایسا کوئی خوف نہیں کہ کوئی اسے بھی برطرف کر دے گا لیکن، ایک بات اسے سمجھ آ چکی ہے کہ یہاں اقتدار میں سلامت رہنے کے لئے اسی ایجنڈے پر عمل کرنا پڑتا ہے جو نظام کی تمام تر خرابیوں کا اصل سبب ہے۔ ہوسکتا ہے کہ موجودہ حکومت یہ سوچ رہی ہو کہ جب وہ بہتری پیدا نہیں کر سکتی تو پھر برائی بھی اپنے سر کیوں لے جو لازم ہو چکی ہے لہٰذا بہتر ہے کہ نکلا جائے اور کسی نے نکلنے کے لئے جس پتلی گلی کا راستہ بتایا ہے وہ سابق جمہوری اداروں کی بحالی ہے۔

کچھ بھی ہو ایک بات طے ہے کہ ہمیں ابھی تک ایسا ڈرائیور نہیں ملا جو گاڑی کے پہیے درست کرنے انہیں بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہو، سب ٹینکی بھروانے اور سلف لگا کر گاڑی سٹارٹ رکھنے والے ہیں۔ گاڑی جو قرضوں کے بوجھ سے پہلے ہی لدی کھڑی ہے ہر کوئی اس پر مزید بوجھ لاد رہا ہے۔ کاش کوئی ایسا ہی ہو جو مسافروں کو یہ بات سمجھا سکے کہ گاڑی میں بیٹھے اور رکے رہنے سے بہتر ہے کہ گاڑی سے اترو اور منزل کی جانب پیدل سفر کا ہی آغاز کرو کہ اس طرح دھیرے ہی سہی سفر کٹ ضرور جائے گا اور آنے والی نسلیں واقعی کسی درست گاڑی میں سفر کر سکیں گی۔ کاش کوئی آئے جو منزل کی جانب پہلا قدم بڑھائے اور قوم کو بوجھ سے آزاد ہو کر اپنی ٹانگوں اور اپنی قوت پر انحصار کرنے کا عملی درس دے سکے۔

کاش!

باطل نظامِ سلطنت کی کوکھ سے جنم لینے والی دو 2 نمبر
سیاست، صحافت اور امامت کے خلاف جہاد کا علمبردار

ہفت روزہ
الاخوان ٹائم

• اخبار سائز • صفحات 6 • قیمت 3 روپے

جلد اپنی اشاعت کا آغاز کر رہا ہے۔

نامہ نگار و ایجنٹ حضرات درج ذیل پتہ پر بذریعہ ڈاک رابطہ کریں

ہفت روزہ الاخوان ٹائم
609/N سمن آباد، لاہور۔ 7583877

www.naqshbandiaowaisiah.com

"پھر سے تیرے دیوانے ہوں گے جنوں میں مبتلا"

تحریر۔ میجر حافظ غلام قادری

دارالعرفان منارہ (چکوال) کی خیمہ بستی تاریخ تصوف کا ایک اہم باب ہے، جہاں مختصر ترین لمحوں میں لوگوں کو ایمان و یقین، اخلاص و للٰہیت، محبت الٰہی اور اتباع رسولﷺ کی عجیب کیفیات نصیب ہوئیں تقریباً سبھی لوگوں کو مراقبات ثلاثہ اور 170 کو روحانی بیعت نصیب ہوئی۔ ان یادگار لحات کو آج بھی لوگ یاد کر کے لطف اندوز ہو رہے ہیں وہاں کی کیفیات محسوسات اور جذبات ہر کسی کے جدا تھے، ہر شخص کا اللہ کریم سے تعلق جدا، ہر گل را رنگ و بوئے دیگراست۔ کسی کا ان سے اتفاق کرنا ضروری نہیں اور کوئی کرے بھی کیسے یہ تو مجاہدے کے اثرات اور اللہ والوں کی صحبت و تربیت کا اثر تھا۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ مارچ 1963ء کی ایک صبح چکوال میں ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں کہ علاقہ ونہار کے تین ساتھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ کسی کام سے ہم ملتان گئے تو حضرت غوث بہاؤالحقؒ کے مزار پر مراقب ہوئے لیکن انہوں نے ہماری طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی۔ کچھ دیر بعد اٹھ کھڑے ہوئے تو امیر المکرم (موجودہ شیخ) نے قبر کی پائنتی کے پتھر کو پکڑ کر کہا "غوث صاحب! ہم آپ سے کچھ لینے تو نہیں آئے محض حاضری مقصد تھا حصول فیض کے لئے ہمیں کھیڑیوں والا زمیندار کافی ہے۔"

کھیڑیوں والا زمیندار ہی وہ ہستی ہے کہ جس نے سنگریزے اکٹھے کئے اس امید پر کہ ان سے کچھ ہیرے نکلیں گے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے سنگ بنیاد، غزوۃ الہند کے سالار، حرم کے محافظ، امام مہدی کے پہچاننے والے اور حضرت عیسٰی کے لشکر میں شامل ہوں گے۔

40 سال کے لگاتار مجاہدے اور تربیت کی بھٹی سے گزار کر اب ان لوگوں کو زمانے کی گردش کا رخ موڑنے کے لئے میدان عمل میں لایا گیا۔ علاقہ ونہار کی یخ بستہ سرد ہواؤں میں ایک ماہ کا مجاہدہ اور حکومت وقت سے نفاذ اسلام کا مطالبہ کیا گیا۔ ان جنگی نشینوں میں سے کچھ لوگوں کے جذبات کو لفظوں کی شکل میں قارئین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ وہ بھی اللہ کی اس نعمت سے واقف اور مستفید ہوں۔ گو کیفیات کے لئے الفاظ نہیں ہوتے۔

ایک دس سالہ لڑکا تسبیح کے دانے تیز تیز گھما رہا ہے۔ ایاز کے پوچھنے پر "بیٹا! اتنے تیز کیا پڑھ رہے ہو؟ جواب میں گویا ہوا۔ تسبیح پڑھ رہا ہوں اور دعا کر رہا ہوں کہ جلد شہید ہو جاؤں اس لئے کہ میری امی کی بھی یہی خواہش ہے تاکہ کل حشر میں وہ شہید کی ماں کی حیثیت سے پیش ہو سکے۔"

حاجی غلام فرید 1974ء سے اس قافلے میں شامل ہوئے اور اس وقت سے ضلع گجرات کے امیر ہیں نہایت متقی، سچے تاجر اور مخلص آدمی ہیں ان سوال کیا گیا۔

سوال۔ حاجی صاحب آپ کیمپ کے مجاہدے کے کچھ اثرات بیان کریں؟

جواب۔ یہ ایک امتحان تھا جس طرح طالوت و جالوت کے واقعہ میں نہر کے پانی پر پابندی تھی، جن لوگوں نے پابندی کے باوجود زیادہ پانی پی لیا وہ لشکر کا ساتھ دینے سے محروم رہ گئے، اسی طرح اب دنیا کی محبت جن پر غالب تھی وہ پیچھے رہ گئے اور مخلصین کیمپ میں پہنچ گئے، اللہ کریم نے چودہ سو سال بعد بدر کی سی کیفیات نصیب فرمائیں۔ نفاذ اسلام کی صدا جب سے بلند ہوئی تب سے شہادت کی تمنا دل میں پیدا ہوئی۔ 27 نومبر 2000ء کو اسی تمنا کو پورا کرنے کا موقع ملا، خیمہ بستی کی زندگی میں عجب سماں اور لطف تھا۔ میری 65 سالہ زندگی کے بہترین اور یادگار دن خیمہ بستی کے ایام تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ نبوت کے سورج کا رخ ان جنگی نشینوں کی طرف ہے وہاں کی برکات ناقابل بیان ہیں، انوار و تجلیات کی بارش نے تمام وساوس قلب سے ختم کر دیئے۔ ڈر خوف نام کی کوئی چیز کسی سینے میں نہیں رہی۔ سردی کے اثرات ختم ہو گئے 30 روز متواتر کھلے میدان میں نماز تراویح ادا کیں۔ قاری عبدالخالق صاحب

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے قرآن سنا ایسی خوش نصیب گھڑیاں زندگی میں کبھی نصیب نہ ہوئیں۔ ان برکات سے جسمانی عوارض اور بیماریاں بھی ٹھیک ہوگئیں۔ ساتھیوں کو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت امیر المکرم نے فنا فی اللہ اور فنا در فنا کا مراقبہ دو مرتبہ کروایا جو اس سے قبل کبھی نہیں کروایا گیا۔ سیر صلوٰۃ کے مراقبے میں حضور ﷺ نے جماعت کی امامت کروائی تو کئی ساتھی مدہوش ہو گئے۔ ایسی رقت طاری ہوئی کہ جس کے اثرات آج تک باقی ہیں۔ آنکھوں سے آنسو خشک نہیں ہوتے، دعاؤں کی قبولیت کی گھڑیاں تھیں، میرے والد صاحب 20 سال قبل فوت ہوئے میں اکثر ان کے لئے دعا کرتا تھا کیمپ میں دعاؤں کے اثر سے انہیں برزخ میں سکون نصیب ہوا۔ شہادت کی تمنا پوری نہ ہونے اور کال موخر ہونے نیز خیمہ بستی کی برکات کو یاد کر کے مجھے اکثر رونا آتا ہے۔ کاش یہ گھڑیاں ختم نہ ہوتیں۔

میاں عبدالخالق میڈیکل کے شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کافی وقت افغانستان کے جہاد میں بھی گذرا مخلص اور محنتی ساتھی ہیں۔

سوال۔ عبدالخالق صاحب! آپ کئی کیمپوں میں رہ چکے ہیں اور اب خیمہ بستی میں بھی مقیم رہے آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

جواب۔ میں تقریباً اکثر معسکرات میں رہا ہوں، بہت سا وقت جہادی تنظیموں اور کیمپوں میں گذارا کمانڈو ٹریننگ بھی لی، خیمہ بستی اور دوسرے کیمپوں میں حد فرق محسوس کیا، یہاں کیفیات و برکات بالکل ہی عجیب تھیں کسی شخص کے چہرے پر کسی طرح کا حزن و ملال نہیں تھا، نظم وضبط، جان و مال اللہ کی راہ میں لٹانے کا جذبہ ایسا کہ باقی لوگ ان کی گرد پا کو بھی نہیں پا سکتے۔ 31 سالہ زندگی کا حاصل یہی ایک مہینہ ہے اور یہی حشر کا اثاثہ بھی ہے۔ اسی کیمپ میں میرا یہ پہلا تجربہ تھا کہ امیر و غریب، افسر و ماتحت، نیا و پرانا ساتھی یا بزرگ ایک ہی جیسی زندگی گزارتے، رہائش، خوراک غرض ہر کام میں ایک ہی معیار اور مکمل مساوات۔ یہاں کے لوگوں کی محبت نا قابل بیان ہے۔ کال موخر ہوئی اور خیمہ بستی اکھیڑنے پر ہم لوگ بلک بلک کر روئے۔ بریگیڈیئر امتیاز جو ہمارے کیمپ انتظام کے انچارج تھے وہ بھی رو رہے تھے کہ ہم اپنے ہاتھوں اپنے گھر خود ہی اکھیڑ رہے ہیں۔ کیمپ کی یادیں آنکھوں کو اب بھی نم کر دیتی ہیں۔

غلام ذکریا ایک نوجوان، مخلص اور نہایت مستعد ساتھی ہیں مہینہ بھر کیمپ میں موجود رہے 15 سال سے اللہ والوں کے قافلے میں شریک سفر ہیں۔

سوال۔ غلام ذکریا! خیمہ بستی کے بارے میں آپ کی کیفیات و محسوسات کیا ہیں؟

جواب۔ وہاں کی کیفیات کے لئے الفاظ ملنے مشکل ہیں، چلتے ہوئے میں نے گھر اور گھر والوں کو مکمل طور پر الوداع کیا۔ پیسے اور جائیداد ورثا میں تقسیم کی، پی ایف کا چیک اہلیہ کے نام کیا، رشتہ دار عورتوں کا سوال تھا۔ بیوی بچوں کو کس کے حوالے کر رہے ہو جواباً کہا "اللہ" بڑا ہی رونا پیٹنا ہوا لیکن فرض کی بجا آوری میں کوئی چیز مانع نہ ہو سکی۔ ہمارا گاؤں ساگری کے نواح میں ہے۔ یہاں سے کافی لوگ کیمپ میں گئے۔ صوفی اختر ہمارے امیر ہیں ان کے تینوں داماد کیمپ میں ان کے ساتھ تھے ان کا نواسہ گھر والوں کے روکے نہ رکا اور اپنے دو خالہ زاد بھائیوں سمیت کیمپ میں پہنچا لیکن خالی ہاتھ کیونکہ بستر اور بیگ گھر والوں نے روکنے کے لئے چھین لئے۔ صوفی اختر صاحب کو سات بیٹیوں کے بعد ایک بیٹا حسن اختر عطا ہوا اس کو بھی جب ساتھ لے کر نکلے تو بڑی بوڑھیوں نے راستہ روک لیا کہ اس کو بھی قربان کرنے لگے ہو؟ کہنے لگے، اماں جی اسلام قیمتی چیز ہے اور قیمتی چیزوں کی قربانی سے ہی نصیب ہوگا۔

ہمارے قریب کلاڑی گاؤں کے ایک 80 سالہ بزرگ عبدالعزیز حضرتؒ سے بیعت ہیں ان کے تینوں بیٹے کیمپ میں چلے گئے تو انہوں نے کئی مرتبہ بیٹوں کو پیغام بھیجا کہ مجھے ساتھ لے جاؤ شہادت کی آرزو مجھے بھی اتنی ہے جتنی تم لوگوں کو۔

ہمارے قریب شاہ باغ کے ایک ساتھی طارق کے والد بیماری، بڑھاپے اور بینائی کی خرابی کے باعث کیمپ میں نہ جا سکے۔ البتہ جمعہ پڑھنے گئے اور کچھ دیر وہاں ٹھہرے۔ ڈاکٹر نے انہیں بتا رکھا تھا کہ ایک آنکھ نا قابل علاج ہے اور دوسری آپریشن کے بعد امید ہے کہ ٹھیک ہو جائے گی۔ اللہ کے کرم اور کیمپ میں دعاؤں کی برکت

www.naqshbandiaowaisiah.com

تھی کہ واپس آئے ہیں تو اب دونوں آنکھیں درست، بغیر چشمے کے لکھتے پڑھتے ہیں ڈاکٹر بھی حیران ہیں انہیں اللہ کی قدرت کا عین الیقین نصیب ہو گیا ہے۔

کھاریاں کے ساتھی محمد اسلم 1972ء سے جنہیں اللہ اللہ کرنا نصیب ہے محمد اسلم بجلی کے نام سے مشہور ہیں بدن میں درد کی وجہ سے پیچ کس ہاتھ میں پکڑنے سے بھی اکثر عاجز ہو جاتے تھے۔

سوال۔ اسلم صاحب! آپ بھی خیمہ بستی کے متعلق کچھ بتانا پسند کریں گے؟

جواب۔ میرے لئے وہاں کی کیفیات، بیان کرنا مشکل ہے، ایمان ویقین کی بہاریں تھیں۔ جہاد کے لئے قوت ایمانی نصیب ہوئی۔ کم ہمت والے بلند ہمت ہو گئے۔ دین کی وہاں عجیب بہاریں دیکھیں۔ میری بیماریوں کا آپ سب کو علم ہے لیکن اب بالکل صحت مند ہوں اس کو حضرت کی کرامت کہیں یا کوئی نام دیں اللہ کی محبت اور ذکر الٰہی کی برکات قلب میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئیں۔ میرے گاؤں کا ایک نوجوان شفیق PTC کا سیلز مین تھا، نوکری چھوڑ کر کیمپ میں چلا گیا۔ اس کے خاندان میں بڑا شور مچا کیمپ سے واپس لانے کے لئے اس کی بیوی اور بہن بھی دارالعرفان گئیں۔ سب کی کوششوں کے باوجود گھر واپس نہ آیا۔ اب جب واپس آیا ہے تو سارے گھر والے ذاکر ہو چکے ہیں۔ نوکری تو جاتی رہی اب روزانہ کی دیہاڑی پر مزدوری کرتا ہے جس سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ دین کے لئے مرنا شاید آسان ہو لیکن دین کے ساتھ جینا زیادہ مشکل ہے۔

اظہر جہلم کے ایک جذباتی ساتھی ہیں، نیکی اور تقویٰ پر کبھی کمپرومائز نہیں کرتے۔ کپتان نواز صاحب کی فوٹو سٹیٹ مشہور ہیں۔ سارا خاندان شیعہ اور خود بھی ایک شیعہ پیر صاحب کے گارڈ تھے۔ وہاں سے پلٹے ہیں اور اب اللہ اللہ کر رہے ہیں اور اپنے خاندان کے بہت سارے لوگوں کو اس نسبت سے مستفیض کر چکے ہیں۔

سوال۔ اظہر صاحب! آپ مہینہ بھر خیمہ بستی میں مقیم رہے کچھ اثرات بیان کریں۔

جواب۔ میرے تاثرات بھی باقی لوگوں کی طرح ہیں۔ میرے ایک بھائی اور بھتیجا بھی میرے ساتھ تھے۔ بھتیجے کو خاص قسم کے بستر کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی۔ کیمپ میں اتنے روز رہنے کے باوجود بیمار ہوا نہ ہی کوئی اور تکلیف محسوس ہوئی۔ وہاں کے مجاہد نے اسے تہجد گزار اور نماز کا پابند بنا دیا ہے۔ مظہر کی اب بھی خواہش یہی ہے کہ کاش کہ میں اب بھی وہیں رہوں۔ زندگی سے موت کا خوف ختم ہو گیا۔ تعلق باللہ کی سمجھ وہیں جا کر آئی۔ واپسی پر دکھ ہوا کہ شہادت نصیب نہ ہوئی۔ شاید کچھ کمی ہے کہ جسے پورا کرنے کے لئے ہمیں واپس بھیجا گیا ہے۔

راجہ نصیر دینہ کے ایک نوجوان دکاندار اور جذباتی ساتھی ہیں، شیخ کی محبت اور فرمان پر سب کچھ نچھاور کر دینے کا جذبہ رکھتے ہیں۔

سوال۔ راجہ صاحب! آپ بھی کیمپ میں مقیم تھے کچھ تاثرات؟

جواب۔ مجھے جوڑوں کا درد اور سانس کی بیماری ہے لہٰذا ڈر تھا کہ وہاں رہوں گا کیسے؟ اللہ لے گیا اور وہاں بخیر و عافیت رہا۔ اب دونوں بیماریاں ٹھیک ہو چکی ہیں ملکی حالات فحاشی و عریانی نے مجھے بے حد پریشان کر رکھا ہے۔ لوگ کشمیر جا کر جہاد کر رہے ہیں۔ وہاں کی نسبت کیا یہاں ظلم کم ہے؟ چند روز ہی قبل قلعہ روہتاس کے قریب مالا پور گاؤں پر مسلح ڈاکوؤں نے رات حملہ کیا۔ لوگوں کو گھروں سے نکالا، تلاشی لی سب کچھ لوٹا اور عورتوں سے زیورات تک اتروا لئے۔ یہاں تو کشمیر سے بھی بڑھ کر ظلم ہو رہا ہے۔ اگر ہم نے بھی ان مظلوموں کی مدد نہ کی تو پھر ہماری زندگی کا مقصد ہی کیا ہے۔ ہم سب کی امیدیں ایک ہی ہستی سے وابستہ ہیں کہ انشاء اللہ ان کی کوششوں سے اسلام کا عدل ہمیں نصیب ہوگا اور ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں چودہ سو سال بعد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ورنصیب ہو رہا ہے۔

7 مارچ کی کال واپس لینے کے حوالے سے کچھ لوگ نالاں ہیں ان سے میری عرض ہے کہ خیمہ بستی سے ہم نے ہر کلمہ گو مسلمان کو آواز دی کہ اسلام کا نفاذ کسی فرد یا جماعت کی نہیں بلکہ مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ مہینہ بھر کوئی مجاہد، عالم، پیر فرد یا جماعت نہ تو عملاً شریک سفر ہوا نہ ہی کبھی کسی نے کوئی بیان دیا کہ اسلام ہمارا بھی دین ہے اس مطالبے میں ہم بھی شریک ہیں جب ان کا نہ کچھ لگا نہ گیا تو پھر بھلا وہ کیوں ناراض ہیں؟ ہماری زندگی کا نصب العین اسلام کا نفاذ ہے وقت آنے پر ہم یہ تاریخ رقم کر جائیں گے ہمیں مخلوق کی

بجائے صرف خالق کی رضا مقصود ہے اور بس۔ کاش انہیں بھی یہ درد اور زندگی کا اعلیٰ نصب العین نصیب ہو جائے۔

کپتان نواز صاحب سوہاوہ (جہلم) کے نواح میں آباد ہیں 1969ء سے حلقہ ذکر میں شامل ہیں۔ دنیا سے تقریباً لاتعلق۔ گھر کے ایک مخصوص کمرے یا قریبی جنگل میں نوافل ادا کرتے اور مراقب رہتے ہیں ان کے بقول بارگاہ نبویؐ سے گذر اوقات کے لئے ان کا وظیفہ لگا ہوا ہے اور اکثر و بیشتر احکامات بھی بارگاہ نبویؐ سے ہی حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب چونکہ ایسی کیفیات ہیں جن کا عام آدمی سے تعلق ہے نہ ہی اس کو فائدہ۔ لہٰذا ساتھیوں کو ان سے زیادہ رابطہ نقصان دہ ہوگا کیونکہ یہ سب کچھ سمجھنا ہر کس و ناکس کی بات نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد۔ ان کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا۔ ''تم دور حاضر کے حذیفہ ہو۔''

سوال۔ نواز صاحب! آپ خیمہ بستی کے بارے میں کیا کچھ بتائیں گے؟

جواب۔ میں جونہی کیمپ میں پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ یہاں پانچ آدمی منافق ہیں جو جماعت کے ساتھی بن کر آئے ہوئے ہیں لیکن دراصل حکومت کے جاسوس ہیں لیکن ان کی رپورٹ بھی یہی ہے کہ اس جماعت اور ساتھیوں کا مقصد کچھ بھی دنیوی نہیں۔ نیز مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ جماعت میں کچھ ایسے ساتھی بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ اسلام نافذ ہوگا اور ہمیں دنیاوی فوائد حاصل ہوں گے۔ کتنے گھٹیا نصب العین لئے بیٹھے ہیں!! یہ جماعت انشاءاللہ قیامت تک رہے گی۔ ہر زمانے میں شیخ کو دربار نبویؐ سے راہنمائی نصیب رہے گی سابقہ تمام اولیائے کرام اور سلاسل کے لوگ حیران ہیں کہ یہ کیسے خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں برکات کا یہ دور نصیب ہے۔ گو قلیل ہیں اور بالکل قلیل۔ لیکن مخلصین ہمیشہ قلیل ہوا کرتے ہیں۔

سوال۔ آئندہ نفاذ اسلام کے متعلق کچھ؟

جواب۔ یہ معاملے میرے شیخ اور میرے رب کے ہیں۔

راجہ نصیر جہلم شہر کے باسی 1989ء سے اللہ اللہ کرنے والے صاحب کشف ساتھی ہیں۔

سوال۔ راجہ صاحب! آپ کیمپ کی برکات سے آگاہ فرمائیں۔

جواب۔ جب آپ ملٹری کالج جہلم میں تھے تو آپ نے کچھ پودے جہلم میں لگائے لیکن ہم سست اور کاہل چند ہی افراد تھے ہمیشہ۔ بڑی شرمندگی ہوتی تھی کہ ہماری محنت بے اثر ہے لیکن اب الحمدللہ جہلم کے اتنے ساتھی کیمپ میں دیکھ کر خوشی ہوئی۔

ساتھیوں سے سنا کہ بدر والے فرشتے بھی یہاں کیمپ میں آئے ہوئے ہیں۔ مراقبہ کیا تو دارالعرفان کے عقب میں دور تک خیمے دکھائی دیئے۔ احدیت، معیت ہر جگہ ویسے ہی خیمے دیکھے تو حیرت ہوئی۔ فرشتوں سے پوچھنے پر جواب ملا اللہ کریم کو یہ خیمے ایسے پسند آئے ہیں کہ اس نے ہر جگہ ایسے خیمے لگانے کا حکم دیا ہے۔ پوچھا کہ آپ بدر میں بھی آئے تھے تو کہنے لگے ہاں ہم بدر میں بھی تھے اور اب آپ لوگوں کی حفاظت پر مامور ہیں لہٰذا سچ ثابت ہوا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

تراویح میں عجیب سماں اور کیفیت ہوتی تھی۔ ایک روز چھٹی تراویح میں میرے قلب کو نور سے دھویا گیا اور ساتھ بتایا گیا کہ اب بندوق کا بھی خوف نہیں ہوگا۔ بعد میں مقبول شاہ جی نے بھی خیموں اور فرشتوں کی تصدیق کی۔

اس کی تصدیق میں حاجی غلام فرید کہنے لگے کہ کرنل مطلوب صاحب کے بیٹے نے امریکہ سے فون کر کے بتایا تھا کہ وہاں کا میڈیا بار بار دکھا رہا ہے جو خیمہ بستی میں لگے ہوئے ہیں کہ بنیاد پرست یہاں اکٹھے ہو گئے ہیں۔

راولپنڈی اور جہلم کے احباب سے ملاقات ہوئی اور ان میں سے چند کے تاثرات لکھ دیئے ہیں اور مضمون کی طوالت کی وجہ سے کچھ رہ بھی گئے ہیں۔ کتنے لوگوں کی کیفیات اس سے بڑھ کر بھی ہوں گی۔ آئندہ کبھی سپرد قلم کروں گا۔ کچھ ساتھی کیمپ کی ان برکات سے کسی وجہ سے محروم رہ گئے۔ ان کا بے حد افسوس ہے۔ آئندہ شامل سفر ہوئے بھی تو بدر کی برکات تو گئیں اب حنین کی ہی نصیب ہوں گی، کچھ ایسے ہی خوش نصیبوں کو قادر مطلق اپنی قدرت اور نصرت سے سعادت سے نوازیں گے۔

موڑ کے رکھ دیں گے پہیہ گردش ایام کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسلام اور کالمسٹوں کی دانشوریاں

اگر اسلام کے نام سے تم اتنے الرجک ہو، اتنے ڈرتے ہو تو ایک بات کا جواب دو، کلمہ پڑھتے ہی کیوں ہو؟ یہ پنگا کیوں لیتے ہو اسلام والا؟ تم مسلمان ہو کیوں؟ ایک ایسا فلسفہ جو نا قابل عمل ہے اسے قبول کیوں کرتے ہو؟

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 26-01-2001

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

ان اللہ فلق الحب والنوی ط یخرج الحی من المیت و مخرج المیت من الحی ط ذلکم اللہ فانی تو فکون o

سورۃ الانعام کی پچانوے نمبر آیۃ ہے یہ۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

ان اللہ فلق الحب والنوی ط وہ صرف اللہ ہی ہے جو بیج میں سے پودا اور گٹھلی میں سے درخت اگاتا ہے اور یخرج الحی من المیت مردے سے زندے کو پیدا کرتا ہے، مادے سے انسان کو بنا دیتا ہے، مادے سے زندہ جانور بنا دیتا ہے۔ و مخرج المیت من الحی ط اور زندوں کو مردے سے بدل دیتا ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ مردہ چیز سے زندہ مخلوق پیدا کرتا ہے چرند پرند ہوں یا حیوانات ہوں یا جانور، بڑے سے بڑا دانا انسان ہو یا کوئی دوسرا ذی روح، زندوں کو مرنا ہوتا ہے۔ اس کے اس نظام میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو حارج ہو حائل ہو یا روک بن سکے، پیدا ہونے والے پیدا ہوتے ہیں مرنے والے مرتے ہیں۔

ذلکم اللہ۔ اتنا عظیم اور قادر صرف اللہ ہے۔ فانی تو فکون۔ پھر تم اور کہاں بھٹکتے ہو، کس کی پناہ چاہتے ہو، کس کے پاس جانا چاہتے ہو، کس کی بات سننا چاہتے ہو، اللہ کو چھوڑ کر کس کی بات ماننا چاہتے ہو۔

یہ جو تخلیق کا عمل ہے یہ اتنا مسلسل اور ہمہ گیر ہے کہ دنیا کا کوئی حساب دان کوئی مشین کوئی کمپیوٹر یہ نہیں بتا سکتا کہ ایک سیکنڈ کے بھی آگے لاکھویں حصے میں دنیا میں کتنی نئی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ کتنے تنکے گھاس کے اگتے ہیں، کتنے پھول بنتے ہیں، کتنے درخت اگتے ہیں، کتنے پودے اگتے ہیں، کتنے پرندے پیدا ہوتے ہیں، کتنے حیوان پیدا ہوتے ہیں، کتنے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ صرف ایک انسان نہیں ایک انسان کے اندر جو جراثیموں کا جہان ہے یہ ایک الگ جہان ہے۔ اتنی آبادی زمین پر انسانوں کی نہیں ہے جتنے انسان کے خون کے ایک قطرے میں جرمز ہوتے ہیں وہ پیدا بھی ہوتے ہیں وہ صحت مند بھی ہوتے ہیں وہ بیمار بھی ہوتے ہیں وہ مرتے بھی ہیں۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ ایک لمحے میں کتنے پیدا ہوتے ہیں کتنے مرتے ہیں لیکن کیا یہ سب کچھ بغیر حساب کتاب کے ہے؟ نہیں، اللہ کے نزدیک ایک ایک کا حساب موجود ہے۔ وہ خود پیدا کرتا ہے، وہ خود موت دیتا ہے، اسے علم ہے کہ کتنے کہاں کب پیدا ہو رہے ہیں اور کتنے کب کہاں مرنے ہیں۔ اس کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں اس کے حکم سے مرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔ فرمایا اس میں تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہیں اور اس میں علم اور عقل کو دخل ہے۔ گٹھلی تو زمین میں دفن ہے آپ کہتے ہیں نمی ہوتی ہے دھوپ لگتی ہے وہ پھولجاتی ہے پیدا ہو جاتی ہے۔ ذی روح تو آپ کے سامنے ہے۔ مادے سے جانور جاندار کیسے بنتا ہے کون بناتا ہے اور ذی روح اور جاندار کو میت میں کون تبدیل کر دیتا ہے یعنی اگر زندگی کی ابتدا اور زندگی کی انتہا دونوں پر اس کا ایسا قبضہ ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، دوسرا کوئی تعداد بھی نہیں بتا سکتا کہ ایک لمحے میں کتنی گھاس خشک ہوتی ہے، کتنے درخت گرتے ہیں، کتنے بے ثمر ہوتے ہیں، کتنے جانور مرتے ہیں، کتنے جراثیم مرتے ہیں، کتنے انسان مرتے ہیں، کتنے پرندے مرتے ہیں، نہ کوئی پیدا ہونے والوں کی تعداد بتانے پہ قادر ہے اور نہ کوئی مرنے والوں کی ایک لمحے کی تعداد بتا سکتا ہے۔ عظمت الٰہی اتنی ہمہ گیر ہے تو جس ہستی کا ہر چیز کی پیدائش پر بھی کلی اختیار ہے، ہر چیز کی فنا پر بھی کلی اختیار ہے، وہ تمہیں اپنی پناہ

میں بلاتا ہے، اپنا نبی رسول ﷺ بھیجتا ہے، اپنی کتاب بھیجتا ہے۔ **فانی تو فکون** اور تم کہاں دھکے کھاتے پھرتے ہو، تم کہاں جانا چاہتے ہو تم اور کیا چاہتے ہو۔

قرآن حکیم بڑی سیدھی اور بڑی صاف بات فرماتا ہے اور قرآن اتنا آسان ہے کہ قرآن ہر بنی آدم کی طرف بھیجی گئی کتاب ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر ایک کو حکم دیا ہے کہ قرآن پڑھے، قرآن سمجھے، قرآن پر عمل کرے۔ یہ صرف فلاسفر کے لئے نہیں کہ اس کتاب کو پڑھنے کے لئے کوئی بڑا فلسفی چاہئے، بڑا دانشور چاہئے، بہت پڑھا لکھا چاہئے۔ یہ ہر فرد بشر کے لئے ہے جو بھی ایمان لائے اللہ کریم فرماتا ہے۔ **ولقد یسرنا القران لذکر فھل من مدکر**۔ ہم نے نصیحت کے لئے، سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے، کوئی ہے جو اسے اختیار کرے، نصیحت حاصل کرے۔

اب حضرات گرامی! مصیبت یہ ہے کہ جب ہم یہ بات اس انداز میں کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو، اللہ کے دین کو، اللہ کی کتاب کو، اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کو ہمارا آئین و دستور بنایا جائے، ہمارے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے معاشیات میں بھی، عدلیات میں بھی، سیاسیات میں بھی، زندگی کے ہر شعبے میں جو کتاب و سنت میں ہے۔ ہمارے سارے دانشور اس بات کے خلاف زور لگاتے ہیں الا ماشاءاللہ سوائے چند کے۔

آج بھی میرے پاس ایک فل سکیپ دو صفحوں کا خط آیا تھا بڑی باریک لکھائی تھی۔ حاصل اس کا بھی یہی تھا کہ آپ جس طرح سے چاہتے ہیں اور آپ جو زبردستی کرتے ہیں یہ بغاوت ہے، یہ قتل و غارت گری ہے، یہ تباہی ہے اور آپ جو چاہتے ہیں وہ کبھی نہیں ہوگا، اسلام نافذ کیسے ہوسکتا ہے، اس پر عمل کیسے ہوسکتا ہے، بات یہ ہے کہ آؤ ایک بات کرتے ہیں، ہم اسلام کا مطالبہ نہیں کرتے آپ اسلام نافذ نہ کریں لیکن کم از کم جو کچھ کافر ریاستوں میں ہو رہا ہے وہ کرنے پہ آپ متفق ہیں تو کم از کم اتنا حسن سلوک تو عام آدمی سے کریں جتنا کافر ریاستوں میں ہوتا ہے۔

جو روزے نہیں رکھتے ان کی افطاریاں ہوتی ہیں اور جو روزے رکھتے ہیں ان کو روزہ کھولنے کے لئے کھجور میسر نہیں ہے

برطانیہ کافر ریاست ہے لیکن ویلفیئر سٹیٹ ہے۔ سکینڈے نیوین کافر ریاستیں ہیں ویلفیئر سٹیٹس ہیں۔ بچوں کی تعلیم مفت ہے، کتابیں حکومت فراہم کرتی ہے، ہر بچے کے لئے تعلیم لازمی ہے، بیماروں کا علاج مفت ہے، بے گھر لوگوں کو گھر بنا کے دیئے جاتے ہیں، بے روزگار لوگوں کے بے روزگاری الاؤنس دیا جاتا ہے۔ کیا آپ برطانیہ یا سکینڈے نیویا یا امریکہ کی تقلید میں یہ کام اپنے ملک میں کرنے پہ راضی ہیں؟ اسلام نافذ نہ کریں، چھوڑیں اسلام کو، جو چاہتا ہے جس کا درد سر ہے وہ رکھے جو نہیں چاہتا وہ نہ رکھے لیکن کیا انسانوں کا جن پر آپ حکومت کرتے ہیں یہ حق نہیں ہے۔ معاشی انصاف انسانوں کا حق نہیں ہے؟

میں نے امریکہ میں ایک دن ایک چیز خریدی اور وہ بنی ہوئی تھی تائیوان کی تو میں نے اس پر **Maker** پڑھا میں نے دکاندار سے کہا کہ بھئی یہ تائیوان تو دو نمبر مال بناتا ہے اور اگر نقل ہی خریدنی ہے تو پھر تم سے اور ڈالروں میں خریدنے کی کیا ضرورت ہے یہ تو پاکستان میں روپوں میں مل جائے گی۔ اس نے کہا نہیں! یہ بنی ہوئی تائیوان کی ہے لیکن امریکہ میں دو نمبر مال تائیوان نہیں بھیج سکتا، یہاں کوالٹی چیک ہے اور جو مال آتا ہے وہ بالکل صحیح ہوتا ہے۔ آپ بے فکر رہیں، آپ ایسے سمجھیں امریکہ کی بنی ہوئی ہے کیونکہ گھٹیا کوالٹی کا مال ہم اندر داخل نہیں ہونے دیتے۔ کیا پاکستان میں آپ یہ ضمانت دے سکتے ہیں؟ اسلام نافذ نہ کریں یہ ضمانت تو دیں کہ جو دوائی آپ نے خریدی ہے اس میں واقعی وہ چیزیں ہیں جو اس پر لکھی ہوئی ہیں، یہاں تو دوائی بھی نقلی ملتی ہے۔ کچھ حضرات کہہ رہے تھے کہ امریکی چیزوں کا بائیکاٹ کریں، میں نے کہا جی بائیکاٹ ضرور کرو لیکن جو اپنے مسلمان بھائیوں کی یہاں کی بنی ہوئی ملیں گی وہ ساری نقلی ہوں گی، کرو گے کیا۔ ہماری حالت یہ ہے کہ میں خود پرانا مریض ہوں شوگر کا۔ اپنے لئے دوائیں ان کافر ملکوں سے منگوانا پڑتی ہیں، یہاں سے خریدو تو نقلی ہوتی ہیں۔ وہی گولی وہاں سے منگواؤ تو اس میں اثر ہوتا ہے، وہی دس گولیاں یہاں کی کھالو تو اس

میں کچھ نہیں ہوتا۔ آپ اسلام نافذ نہ کریں۔

اسلام چند لوگوں کا درد سر سہی لیکن کیا یہ ضمانت کوئی دانش ور دے سکتا ہے، کیا حکومت یہ ذمہ داری لیتی ہے؟ جرائم وہاں بے شمار ہوتے ہیں مغرب میں بے حساب جرائم ہوتے ہیں لیکن وہ بھولتے نہیں۔ مثال کے طور پر میں آپ کو انگلینڈ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک کنویں کی صفائی ہوئی اس میں سے چند ہڈیاں نکلیں۔ زیادہ گل سڑ گئی تھیں کوئی چند ہڈیوں کے ٹکڑے ملے وہ ہڈیاں پولیس کو انہوں دے دیں۔ پولیس انہیں لیبارٹری میں لے گئی میڈیکل ایگزامن ہوا۔ تو ڈاکٹر نے رپورٹ دی کہ جناب ان ہڈیوں کے ریشوں میں سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی خاتون کی ہڈیاں ہیں اور وہ خاتون حاملہ بھی تھی۔ اب تلاش کرو حاملہ خاتون اس علاقے میں کہیں کوئی رپٹ ہو اس کے گم ہونے کی، مارے جانے کی، اس کی لاش ہے۔ اور اتنا عرصہ ہو چکا تھا کہ ہڈیاں گل سڑ چکی تھیں، چند ٹکڑے باقی رہے تھے۔ پندرہ بیس سال پہلے کا واقعہ تھا پندرہ بیس سال کا ریکارڈ رتلاش کیا گیا اور اس علاقے میں ایک لڑکی کے گم ہونے کی رپٹ ملی کہ فلاں گاؤں کی فلاں آدمی کی بیٹی تھی اور وہ گم ہو گئی تھی۔ اس نے پولیس میں رپورٹ بھی دی وہ ابھی تک نہیں ملی۔ اس آدمی کو بوڑھے کو پکڑا گیا، ضعیف آدمی تھا، اس نے قبول کیا جی کہ بندوق صاف کرتے ہوئے مجھ سے اتفاقاً گولی چل گئی، میری بیٹی تھی حاملہ تھی ہم دونوں باپ بیٹی گھر پہ تھے، اسے گولی لگ گئی وہ مر گئی اور میں نے اٹھا کر کنویں میں پھینک دی اور بہانہ کیا کہ صبح کی کہیں نکلی تھی، واپس نہیں آئی تو مجھ پر کسی نے شک نہیں کیا۔ بیس سال بعد مقدمہ ثابت ہو گیا اور عدالت چلا گیا۔

یہاں قائداعظم سے لیکر ضیاالحق تک لیاقت علی خان جیسے لوگ مارے گئے، حکیم سعید جیسے لوگ قتل ہو گئے، صلاح الدین جیسے صحافی قتل ہو گئے، یہاں سرے سے پتہ ہی کوئی نہیں کس نے کیا کیا۔ یار جتنا کافر کرتے ہیں اتنا تو کیا کرو؟ جتنی محنت کافر کرتے ہیں دوسرے کو انصاف پہنچانے کے لئے، کیا مسلمان اتنی نہیں کر سکتے؟ کیا یہاں ایسا ہوتا ہے؟ اور اگر آپ یہ بھی نہیں کرتے تو ہم آپ کے خلاف لڑنے کی بات نہیں کرتے ہم تو ظلم کے خلاف لڑنے کی بات کرتے ہیں۔ آپ کو ظلم اتنا عزیز ہے؟ کاش ان دانش وروں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا جو غریب دیہاتیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ دانش ور اس لئے میرے خلاف کالم لکھتے ہیں کہ انہیں اس کا صلہ ملتا ہے۔ حکومت انہیں معاوضے دیتی ہے۔ ہر حکمران انہیں چائے پلاتا ہے۔ ان کی افطاریاں ہوتی ہیں۔ ہماری تو جنرل پرویز مشرف نے افطاری نہیں کرائی۔ کیا ہم روزے نہیں رکھتے؟ ان سب کو تو گورنر نے بھی افطاری کرائی اور جنرل پرویز مشرف نے بھی افطاری کرائی۔ جو روزے نہیں رکھتے ان کی افطاریاں ہوتی ہیں اور جو روزے رکھتے ہیں ان کو روزہ کھولنے کے لئے کھجور میسر نہیں ہے۔ ان افطاریوں میں نوے فیصد وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے روزہ نہیں رکھا ہوا ہوتا۔ اور جن علماء کی شان میں یہ قصیدے لکھتے ہیں وہ انہیں دن کو افطاریاں، دوپہر کو کراتے ہیں۔ پریس کانفرنس کے بعد فرماتے ہیں جی چائے کا الگ انتظام ہے ادھر چلے جائیے۔

او یار! اگر اسلام کے نام سے تم اتنے الرجک ہو، اتنے ڈرتے ہو تو ایک بات کا جواب دو، کلمہ پڑھتے ہی کیوں ہو؟ یہ پنگا کیوں لیتے ہو اسلام والا؟ تم مسلمان ہو کیوں؟ ایک ایسا فلسفہ جو ناقابل عمل ہے اسے قبول کیوں کرتے ہو؟ پیدا ہونے پہ اذانیں کیوں کہلواتے ہو، مرنے پہ جنازے کیوں پڑھتے ہو؟ کیا لکڑی ختم ہو گئی ہے؟ تم اپنے لئے چتا کا انتظام کیوں نہیں کرتے، تم یہ قبر کے جھمیلے میں پڑتے کیوں ہو؟ پھر ملاں بلاتے ہو اور پھر مردے کو غسل دیتے ہو اور کفن دیتے ہو اور پھر جنازے پڑھتے ہو۔ ایسے مردوں کے خاک جنازے ہیں جو اسلام کے نفاذ پہ متفق ہی نہیں۔ ان کے جنازے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر اس پہ تمہارا ایمان ہے کہ بخشش کے لئے جنازہ بھی چاہئے، پیدائش پر پہلی آواز کان میں آنی چاہیے کہ اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کا نبی ﷺ سچا تو زندگی میں آکر تمہیں اسلام ناقابل عمل لگتا ہے۔ مجھ سے نہیں کسی بھی عالم دین سے پوچھ لو، جس نے چند کتابیں پڑھی ہیں اس سے بھی پوچھ لو، بڑے فاضل کی ضرورت نہیں ہے کہ جو بندہ یہ فلسفہ بتاتا ہے کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے کیا وہ مسلمان رہ جاتا ہے۔

ایک بات پہ سب کا بڑا زور ہے کہ جی آپ بات کرتے ہیں لڑنے کی، مرنے مارنے کی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ارے ہم لڑنے کی بات کرتے ہیں ظلم کے ساتھ، کیا ظالم کے ساتھ ظلم روکنے کے لئے لڑنے کا حکم نہیں ہے؟ انگریزی اعتبار سے ترپن اور اسلامی اعتبار سے پچپن سال پورے ہوگئے پاکستان کو وجود میں آئے، چکلے اور بدکاری کے اڈے آج بھی موجود ہیں۔ ہوٹلوں پر عورتیں اور لڑکے سپلائی کئے جاتے ہیں۔ کون نہیں جانتا؟ جوئے خانے اور شراب خانے ہر جگہ موجود ہیں، سود کا کام چپے چپے پر ہو رہا ہے، ظلم کا نشانہ ہر فرد و بشر ہے، بڑا اور چھوٹا۔ اگر سربراہ مارا جائے ملک کا تو بھی عدم پتہ غریب مارا جائے تو بھی کیس عدم پتہ۔ علماء قتل ہوتے ہیں، دانش ور قتل ہوتے ہیں، پڑھے لکھے لوگ قتل ہوتے ہیں، ان پڑھ قتل ہوتے ہیں، گلی میں مارے جا رہے ہیں، بسوں میں مارے جا رہے ہیں، عدالتوں میں قتل ہو رہے ہیں، تھانوں میں قتل ہو رہے ہیں، سیشن کورٹ کے احاطے میں، ہائی کورٹ کے احاطے میں قتل ہو رہے ہیں، کیا یہ سب کچھ صحیح ہے اور یہی ہونا چاہئے اور یہی منزل ہے پاکستان کی؟ اگر لڑائی بری بات ہے تو صحیح ہے ہم بھی لڑائی کے حق میں نہیں ہیں۔ ہم بھی لڑنے کی بات ظلم کے ساتھ کرتے ہیں، کسی فرد کے ساتھ نہیں، ظلم کے خلاف لڑنے کی بات کرتے ہیں تو جتنی نصیحتیں ہمیں کرتے ہو کاش حکومت کو بھی کہہ دو کہ وہ ظلم روکے۔ اگر حکومت بے بس ہے تو اسے حکومت کرنے کا اختیار کیا ہے؟ حق کیا ہے؟ اس کا استحقاق کیا ہے؟ ایسی حکومتیں جو انصاف مہیا نہیں کر سکتیں، تحفظ مہیا نہیں کر سکتیں، لوگوں کی معاش کا اہتمام نہیں کر سکتیں انہیں حکومت میں رہنے کا حق کس نے دیا ہے؟

آج اخبار میں فہرست چھپی ہے ''حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ'' کئی دنوں سے آ رہی ہیں اس کی قسطیں۔ آج جو قسط آئی ہے اس میں انہوں نے فہرست دی ہے ان عورتوں کی جو اس کے پاس جایا کرتی تھیں۔ میں نے اس کے چند نام پڑھ کر چھوڑ دیئے، مجھے شرم آ گئی کہ پیشہ ور خواتین تو کوئی ایک آدھ ہیں باقی ساری جرنیلوں کی بیویاں ہیں۔ حد ہو گئی۔ پتہ نہیں ہمارے جرنیلوں نے پڑھی ہے یا نہیں ان پر کیا بیتی؟ بیگم جنرل فلاں، بیگم جنرل فلاں، بیگم جنرل فلاں، بیگم جنرل فلاں، کمال ہے! اب آگے جو یحییٰ خان کی حالت تھی اور جو کیفیت تھی اور جو کچھ وہاں ہوتا تھا اگر نور جہاں اور وہ جنرل رانی گجرات والی گئی تو اسے بڑا اچھالا گیا تو یہ جو بیگمات جرنیل کی گئیں یہ کیا وہاں سودا لینے گئی تھیں، وہاں کوئی پنسار کی دکان تھی، یہ کیا کرنے گئی تھیں۔ کیا ایسے لوگوں کو برسر اقتدار رہنے کا حق ہے؟ کیا ایسے لوگوں سے بات نہیں کی جانی چاہئے؟ کیا ہم نفاذ اسلام کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتے؟ اور یا یہ دانشور مجھے سمجھائیں کہ اپیلیں کرنے سے، ہاتھ باندھنے سے کبھی کسی زمانے میں کسی کو انصاف ملا ہے، کبھی کسی زمانے میں عاجزی اور نیازمندی سے ظلم رکا ہے۔

جو بندہ یہ فلسفہ بتاتا ہے کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے کیا وہ مسلمان رہ جاتا ہے

چلو ہم تو دستبردار ہوتے ہیں نفاذ اسلام کے مطالبے سے لیکن کافر ممالک میں بھی جو خوبیاں ہیں وہ، وہ ہیں جو انہوں نے اسلام کے دامن سے اخذ کی ہیں اور یورپ اور سکینڈے نیویا میں جہاں فلاحی ریاستیں ہیں تو جو لوگوں کی فلاح کے لئے قانون اختیار کئے گئے ہیں انہیں وہ بھی کہتے ہیں The Saint Umer's Laws حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بنائے ہوئے قوانین اور اگر کافر حکومتیں رفاہی کاموں کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بنائے ہوئے قانون آج اکیسویں صدی میں استعمال کرتی ہیں، پندرھویں صدی ہجری میں استعمال اور اختیار کرتی ہیں تو ظالمو! تمہیں کیا روگ ہے کہ تم آج کہتے ہو کہ عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ گیا اور آج وہ کیسے ہو سکتا ہے یعنی مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ہمارے دانش ور اس کا انکار کرتے ہیں، ہمارے حکمران انکار کرتے ہیں جبکہ کافر ریاستیں کہتی ہیں کہ عام آدمی کی فلاح کے لئے جو اصول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنائے تھے ان جیسا کوئی نہیں، ہم وہ اختیار کریں گے۔

The Saint Umer's Laws

ان کا نام ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بنائے ہوئے قوانین۔ ہمیں تو حیرت ہوتی ہے اپنے آپ پر بھی اور اپنے دانشوروں پر بھی اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس ملک میں بسنے والے مسلمانوں پر بھی کہ یہ کس طرح اور کتنے سکون سے ہر ظلم برداشت کئے جا رہے ہیں اور جو ان کے زخم پہ پھاہا رکھنا چاہے اسے نصیحت کرتے ہیں کہ رہنے دو اس سے ہمیں بڑی لذت آرہی ہے۔ ایسا مرض ہو گیا ہے اس قوم کے مسلمانوں کو کہ جس طرح کھجلی کے مریض کو مرض ہو جاتا ہے تو خون بہہ رہا ہوتا ہے وہ کھجا رہا ہوتا ہے، ہاتھ پکڑو تو ناراض ہوتا ہے کہ مجھے کھجانے دو، مجھے بڑی لذت آرہی ہے۔ یہ ظلم سہنے کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ کوئی انہیں ظلم سے بچانا چاہے تو اسے کہتے ہیں ناں! ناں! ناں! ایسا نہ کرنا فساد ہو جائے گا۔ ارے فساد تو ہو رہا ہے کیا ہو گا اور۔ مجھ پر ایک انگریز صحافی نے سوال کیا کہ آپ جس طرح کہتے ہیں اس طرح تو ملک کی جو معیشت ہے یہ بیٹھ جائے گی۔ میں نے کہا، آپ کے خیال میں ہماری معیشت کھڑی ہے؟ اس سے زیادہ کیا بیٹھے گی کہ ہم ہر سال نیا قرضہ سود پر لیتے ہیں اور اگلا سال ملک چلاتے ہیں۔ اس سے زیادہ معیشت بیٹھ کر کہاں جائے گی؟ معیشت کے بیٹھنے کی تو حد تو یہ ہے کہ بے نظیر قرضے لے کر چلاتی تھی، نواز شریف قرضے لے کر چلاتا تھا اور جنرل صاحب آگئے، جنرل صاحب مزید قرضے لے کر چلاتے ہیں اور اب تو یہ بات اخباروں میں آگئی، گورنر سٹیٹ بنک سے کسی نے کہا کہ تمہاری پالیسیاں جو ہیں یہ ساری ورلڈ بنک کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس نے کہا ،ہم ورلڈ بنک کی بات نہ مانیں تو کس کی مانیں۔ کھاتے ہی ان کا ہیں، انہی کے حکم کے مطابق کریں گے۔ یہ جو ڈالر آزاد کیا گیا مارکیٹ میں اور یہ پینتالیس سے پینسٹھ پر چلا گیا یہ سوال ہوا اس پر کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا، جی ورلڈ بنک نے کہا تھا اسے آزاد کر دو۔ تم مرو یا جیو۔ جس کا کھاتے ہیں اسی کا گیت گاتے ہیں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ یہ حکمران تو نمائندہ ہیں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ہم پر تو آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی حکومت ہے۔ اس سے زیادہ معیشت کہاں بیٹھے گی کیا بیٹھے گی۔

ایسے مردوں کے خاک جنازے ہیں جو اسلام کے نفاذ پہ متفق ہی نہیں۔ ان کے جنازے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

حضرات گرامی! بڑی سادہ سی بات ہے ہم زندہ رہیں گے تو بحیثیت مسلمان اور مریں گے تو اسلام کے مطالبے پر۔ آپ اپنی دانش اس بارے میں استعمال کیجئے ہمیں سمجھانے کی بجائے حکمرانوں کو سمجھائیے کہ اسلام کا مطالبہ مسلمان کا حق ہے۔ اسلام یہ ہے کہ ملک میں ہر بچے کو تعلیم کی برابر سہولتیں دی جائیں اور یہ غیر اسلامی ہے کہ ایک طرح کے بچوں کے لئے ایچی سن اور برن ہال کالج بن جائیں دوسرے پرائیویٹ سکولوں میں پڑھیں، تیسرے انگریز کے مشنری اداروں میں پڑھیں۔ چوتھے پبلک پرائیویٹ میں پڑھیں اور پانچویں قسم سب سے گھٹیا عام آدمی کے لئے ہو، جہاں بچے دن بھر دھول اڑائیں اور دھوپ سینکیں اور مار کھائیں اور دھکے کھا کر شام کو ان پڑھ کے ان پڑھ گھر آجائیں اور نہ گھر کے کام کے رہیں اور نہ ملک کے اور قوم کے کسی کام کے رہیں۔ آپ اندازہ کیجئے کہ جو اعلیٰ سکول ہیں مثلاً لاہور تو اب دل ہے نا پاکستان کا، لاہور میں جو ایچی سن کالج ہے اس میں جو ملازم ہیں ان کے بچوں کے لئے الگ سکول ہے۔ ایچی سن کالج کی چار دیواری میں غریبوں کے لئے الگ سکول ہے اور امراء کے بچوں کے لئے الگ ہے۔ دولت ہونی چاہئے، وہ لوٹ کر جمع کی، رشوت لے کر جمع کی، چوری سے جمع کی، ڈاکے سے جمع کی۔ یہ امراء کہاں سے آگئے، یہ نو دولتیے کہاں سے پیدا ہوئے، کب آئے یعنی جس کے پاس دولت آگئی وہ اعلیٰ انسان بن گیا، اس کے بچوں کے لئے الگ تعلیم و تربیت کا معیار ہے، بھرتی کا معیار الگ ہے، سروسز کا الگ ہے، ان کے پاس سہولتیں ہیں، وہ یہاں پڑھتے ہیں باہر کے ملکوں میں پڑھتے ہیں، ان کے بچے بیوروکریٹ بنتے ہیں، ان کے بچے پالیٹیشن بنتے ہیں، ان کے بچے وزیر اور سفیر بنتے ہیں، غریب کی قسمت میں غریبی ہے، مجبوری ہے، مزدوری ہے۔

انہیں رعاتیں دی جاتی ہیں، غریبوں پہ ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ تیل مہنگا کیا جاتا ہے، پٹرول پہ ٹیکس لگتا ہے، چینی مہنگی ہو جاتی ہے، سرخی پوڈر پہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

تو ٹیکس نہیں لگتا۔

اگر ملک میں زرمبادلہ کم ہے تو یہ منوں سرخی تھوپنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی امپورٹ بند کردو یہاں کروڑوں بچیاں ہماری بیویاں بچیاں بہنیں مائیں روزانہ لپ اسٹک لگائے بغیر زندہ ہیں، تمہاری اس کے بغیر کیوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ بین Ban کردو کاسمیٹکس کا آنا، کتنا سرمایہ سالانہ اس پہ ضائع کرتے ہو، اسے ملک کی تعمیر پہ لگادو۔ اگر ان کی بیگمات رومال سے منہ پونچھ لیں ناتو پھر پچاس روپے ساٹھ ستر روپے کا سامان لگتا ہے جو اس ہلکے ہلکے سے داغ کو پورا کرتا ہے۔ پانچ پانچ چھ چھ سو روپے کا منہ لیپا پوتی ہے اور جاتی ہیں ان پہ بیوٹی پارلر پہ تیس تیس ہزار روپیہ فیس ایک ایک عورت دیتی ہے بناؤ سنگار کی اس ملک میں۔ ایک عورت لیپا پوتی کی دیتی ہے فیس پچاس پچاس ہزار تیس تیس ہزار۔ تیس ہزار تو عام ہے لاہور میں۔

او یار! تمہاری بیویاں صرف بوتھا لیپنے کے لئے تیس ہزار خرچ کرسکتی ہیں جبکہ ہمارے بچے سالوں میں تیس ہزار کا نام نہیں سن سکتے۔ نہ ان کی تعلیم کے لئے ہے، نہ کھانے کے لئے ہے، نہ پہننے کے لئے ہے، تمہیں حیا نہیں آتی؟

جب بات کی جائے تو کہتے ہیں جی تم جھگڑا کرتے ہو۔ وہ جی کالم ہم نے لکھا تھا کہ آپ جو کہتے ہیں یہ خروج ہے اور آپ نہیں مانتے، خروج ہے یہ خروج ہے۔

بھئی خروج ہوتا ہے مسلمان حکمران کے خلاف، اسلامی حکومت کے خلاف، صرف نام کا محمد دین ہو اور حکومت کافرانہ ہو تو اس کے خلاف خروج نہیں ہوتا۔ خروج اسلام کی اصطلاح ہے اور اسلامی حکومت سے بغاوت کرنے کو خروج کہتے ہیں۔ آپ کی حکومت اسلامی ہے؟ حکومت اور طرز حکومت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اس میں ہے کہ اگر بدکار حکمران بھی ہے نظام اسلامی ہے تو اس کے خلاف حتی الامکان خروج سے گریز کیا جائے۔ لیکن مردان حر جو ہیں انہوں نے اس کا جواز بھی دیا ہے۔

ایسی حکومتیں جو انصاف مہیا نہیں کر سکتیں، تحفظ مہیا نہیں کرسکتیں، لوگوں کی معاش کا اہتمام نہیں کرسکتیں انہیں حکومت میں رہنے کا حق کس نے دیا ہے؟

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دینے کے لئے بیٹھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب تو میں ایک عظیم سلطنت کا ایک عظیم حکمران ہوں اور بہت بڑی فتوحات اور قیصر اور کسریٰ کے خزانے میں نے فقیروں پر لٹا دیئے ہیں، میری فتوحات بہت دور تک چلی گئی ہیں، تو لوگو! اب اگر میں اپنا کوئی ذاتی حکم داخل کردوں اور کسی سنت نبوی ﷺ سے انحراف کروں تو میرا تم کیا بگاڑ لو گے۔ ایک بدوی کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی تلوار کھینچ لی، اس نے کہا عمرؓ! ابھی ہمارے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ تجھے اپنی تلواروں سے سیدھا کردیں۔ انہوں نے کہا اب میں تمہیں خطبہ دوں گا اور یہ بتایا کہ کہیں کوئی حکمران ایک سنت بھی چھوڑتا ہے تو تلوار لے کر کھڑے ہو جاؤ اور اسے سیدھا کردو۔

اگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنت چھوٹتی ہے، اپنی مرضی رائج کرنا چاہتا ہے تو تلوار لے کر کھڑا ہو جانا ضروری ہے اور اس پہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوتے ہیں کہ الحمدللہ ابھی مسلمانوں میں جرات ایمانی ہے۔

آج بتاؤ، سنت ایک طرف فرض کہاں ہیں، وہ احکام جو نص قرآن سے ثابت ہیں، جنہیں حدود کہتے ہیں وہ کہاں ہیں اب ان کے خلاف کہا جائے کہ سیدھے ہو جاؤ ورنہ بنوک شمشیر کردیں گے تو دانش ور کہتے ہیں یہ خروج ہو گیا۔ کیا ہوگا بھائی، ہمیں خارجی کہہ دو، ہم پہ گولی چلاؤ، ہم کو مار تو دو، چلو ملک جھگڑے سے پاک ہو جائے گا۔ اگر تم امن کے امین ہو اور ہم شرارت کررہے ہیں تو پھر اتنی جرات تو کرو ہم پہ ہی گولی چلادو۔ اگر ہم ہی خارجی ہیں تو پھر ہم واجب القتل ہیں پھر رعایت کیوں کرتے ہو۔ حق اور باطل میں سمجھوتے نہیں ہوتے۔ حق حق ہے باطل باطل ہے، تم باطل کی حمایت پہ کمربستہ ہو ہم تمہیں حق کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور ہم باطل کو اس ملک میں انشاء اللہ نہیں رہنے دیں گے۔ تم ہمیں ماردو گے ہم نہیں رہیں گے تو پھر اگر باطل رہے پھر ہماری ذمہ داری بھی ختم ہو جائے گی، پھر جو ہوں گے ان کی ذمہ داری ہوگی۔ اگر اسلام کے نام سے اتنے بیزار ہو، اسلام کے نام سے اتنے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ڈرتے ہو یار، تو کم از کم اتنا انصاف، اتنا قانون، اتنی غریب کی دلجوئی تو کر دو جتنی کافر ملکوں میں ہوتی ہے۔ اگر اتنا بھی نہیں کر سکتے اور یہ درد دانشوروں کو ہے۔

حکومت کام کر رہی ہے آج بھی وزارت مذہبی امور کا بیان آ گیا کہ انہوں نے حکمرانوں سے کہا ہے کہ کاشتکاروں سے صرف عشر لیا جائے اور ان پر مالیہ اور ٹیکس اور آبیانہ اور یہ وہ معاف کر دیا جائے۔ یہی تو اسلام ہے یہی تو ہم کہتے ہیں۔

حکومت اور ہمارے درمیان جو بات چل رہی ہے اس میں پیش رفت ہو رہی ہے۔ وزارت مذہبی امور نے یکم جولائی سے سود ختم کرنے کی سفارش کی۔ آج ان کی طرف سے بیان آیا ہے کہ انہوں نے حکومت کو سفارش کی ہے کہ جتنے کاشتکار ہیں ان سے عشر لیا جائے اور مالیے اور دوسرے ٹیکس ان سے معاف کیے جائیں۔ چلو قدم بقدم کر رہے ہیں اللہ انہیں توفیق دے ایک ایک قدم کرتے چلے جائیں۔ مجھے حیرت ان دانشوروں پر ہے جو روز اس کے خلاف لکھتے ہیں اور بڑے صفحوں کے صفحے لکھتے ہیں، پھر اس کی نقل مجھے بھی بھیجتے ہیں کہ بندہ بن جاؤ تم ظلم کر رہے ہو، تم زیادتی کر رہے ہو، مظلوم سے ظلم کا دفاع ان کے نزدیک ظلم ہے اور مظلوم کو کچلنا ان کے نزدیک دانش وری ہے۔ ہم الحمد للہ الاخوان اور اویسی نقشبندی نہ کسی اخباری شہرت کے لئے کام کر رہے ہیں نہ کسی سے اپنے حق میں کالم لکھوانے کے لئے کام کر رہے ہیں، ہم کر رہے ہیں محض اللہ کی رضا کے لئے جو دلوں کے حال جاننے والا ہے اور ہم انشاء اللہ وہ بات کرتے رہیں گے جس کے کرنے کا حکم اللہ کی کتاب دیتی ہے، اللہ کا حبیب ﷺ دیتا ہے۔ اس کی مخالفت کوئی پڑھا لکھا کرے، کوئی ان پڑھ کرے، حکومت کرے، غیر ممالک کریں، ہندوستان کرے، امریکہ کرے، برطانیہ کرے، ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے ساتھ اللہ ہے اللہ **مولانا ولا مولا لکم**۔ ہمارے ساتھ اللہ ہے اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ اللہ نہیں ہے۔ اس

ایچی سن کالج کی چار دیواری میں غریبوں کے لئے الگ سکول ھے اور امراء کے بچوں کے لئے الگ ھے

طرف خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا ہو اور مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ حکومت ہماری بات پہ متوجہ ہے، حکومت ہماری بات پہ کام کر رہی ہے اور اس میں پیش رفت ہو رہی ہے، یہ گھر بیٹھے ہوئے خوشنودیاں لوٹ رہے ہیں حکمرانوں کی۔

او ظالمو! تم اپنی تحریر میں انہیں اور مدد دو اور ان کی تحسین کرو، کہو اچھا کر رہے ہیں ہم تمہارے لئے بھی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔

تو دشنام دہ من دعا می کنم

یہ تو اپنا اپنا کام ہے اگر دانشور ہم سے ناراض ہو کر ہی اپنا حق ادا کر سکتے ہیں تو ہم ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں اور یہ بات طے ہے کہ اسلام انشاء اللہ نافذ ہو گا یہ بھول جائیے کہ کسی کے کالموں سے، کسی کی تقریروں سے، کسی کی دانش سے اسلام کا راستہ روکا جا سکتا ہے۔ اسلام اللہ کا دین ہے اور اسے قیامت تک رہنا ہے اور یہ انشاء اللہ نافذ ہو گا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئیوں کے مطابق یہی زمین یہی ارض وطن اس کے نفاذ کی جگہ ہے اور یہاں سے چار دانگ عالم میں پھیلے گا انشاء اللہ العزیز۔ ہمارا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمائے ہوئے ایک ایک لفظ پر ایمان ہے کہ آپ ﷺ اصدق الصادقین ہیں۔ **وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی**۔ جنہیں اعتبار نہیں آتا اچھی بات یہ ہے کہ وہ بھی اعتبار کر لیں اپنا یقین پیدا کرو۔

میں تمہیں نسخہ بتاتا ہوں اپنی راتوں کو ذکر الٰہی سے روشن کرو، تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کا نام دہرایا کرو، چلتے پھرتے زبان کو درود شریف سے تر رکھو، تمہیں سمجھ آنے لگ جائے گی اور جو لوگ شراب پی کر کالم لکھتے ہیں ان کی سمجھ میں بعد میں بھی نہیں آئے گی۔ شراب پی کر بحث کرنے والے، شرابیں پی کر لکھنے پڑھنے والوں کی سمجھ میں نہ پہلے آیا ہے اور نہ بعد میں آئے گا۔ اسے سمجھنے کے لئے زبان کو بھی درود پاک سے معطر کرو اور دل کو اللہ کے نام سے روشن کرو، تمہیں بھی بات سمجھ آ جائے گی۔ اللہ سب کو توفیق عطا کرے۔ ہم سب کے بھی اور تمام مسلمانوں کے گناہ معاف فرمائے اور سب کو نیکی پہ متحد فرمائے اور توفیق ارزاں کرے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

بت شکن

تحریر۔ الطاف قادر گھمن

مُلا محمد عمر خلیفہ مملکت اسلامیہ افغانستان نے افغانستان میں موجود تمام بت توڑنے اور مسمار کرنے کا جرات مندانہ اعلان کیا ہے۔ اسلامی ریاست کے اس عظیم خلیفہ نے چودہ صدیاں پہلے کی وہ یاد تازہ کر دی ہے کہ جب نبی اکرمؐ نے حرم کعبہ میں موجود تمام بتوں کو توڑنے کا اعلان کیا تھا اور چھڑی کے ساتھ ایک ایک بت کو گراتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے کے لئے ہی ہے''

پوری دنیا اس بت شکنی کو روکنے والوں میں ہے اور وہ ایک مجاہد خلیفہ اسلام اس بات پر ڈٹ گیا ہے کہ عبادت کے لائق صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔ عبادت صرف اللہ باری تعالیٰ ہی کی ہوگی۔ معبود صرف ایک ہے جس نے یہ دنیا بنائی جو ہر چیز کا خالق ہے اس کے سوا دنیا کی ہر جاندار اور بے جان چیز مخلوق ہے۔ وہ بنانے والا ہے۔ عبادت کا حق صرف اس کا ہے جو خالق ہے۔

اس بت شکنی پر جن ممالک کی طرف سے احتجاج کیا جا رہا ہے انہیں یہ بے جان بت تو نظر آتے ہیں کیا انہیں وہ بے بس انسان نظر نہیں آتے جو اقوام متحدہ کی پابندیوں کی وجہ سے بھوک اور افلاس کا شکار ہیں انہیں ان بے جان بتوں کے ٹوٹنے پر تو تکلیف ہے ان زندہ جاندار انسانوں، بچوں اور خواتین کی آہیں سنائی نہیں دیتیں۔ مذہبی رواداری کے ان ٹھیکیداروں کو سسکتے ٹھٹھرتے بچے نظر کیوں نہیں آتے جو ان ناجائز پابندیوں کا شکار ہیں۔

بھوک کے ہاتھوں جانیں دے رہے ہیں۔ بیماری میں علاج میسر نہ آنے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جانیں دے رہے ہیں۔ اس پر تو کسی نے اقوام متحدہ سے احتجاج نہیں کیا۔ کسی ہمدرد کی آواز سنائی نہیں دی کسی ملک اور قوم نے یہ تو نہیں پوچھا کہ افغانوں پر یہ پابندیاں کس جرم کی سزا ہیں۔ کیا صرف اس لئے کہ وہ ایک اسلامی ریاست تشکیل دے رہے ہیں۔ کیا صرف اس لئے کہ وہ قرآن عظیم کی حکمرانی کے لئے کوشاں ہیں۔ اقوام متحدہ یہود و ہنود کے کھیل کا حصہ بن چکی ہے۔ افغانستان پر ناجائز اور ناروا پابندیاں لگائی گئی ہیں لوگ بھوک کے ہاتھوں تنگ آ کر مجبور ہو کر امدادی کیمپوں میں آ گئے ہیں روز خبر آتی ہے کہ اتنے افغان بھوک کی وجہ سے مر گئے۔ کتنے مسلمان روزانہ علاج میسر نہ ہونے کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ ابھی کل ہی کی خبر ہے کہ ایک امدادی کیمپ پر کھانا لیتے ہوئے دو بچے اور ایک افغان مسلمان عورت شہید ہو گئے۔

اس پر تو کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی کسی کو ہمدردی نہیں ہوتی کوئی آواز نہیں اٹھتی ان بھوکے لوگوں کے لئے ان کے پاس تو تن ڈھانپنے کے لئے لباس بھی نہیں جوان عورتیں اپنی ستر پوشی نہیں کر سکتیں۔ کسی کو ان کی بے بسی کیوں نظر نہیں آتی۔

پوری دنیا اور ان کا آقا امریکہ بتوں کی حمایت میں آواز بلند کر رہے ہیں۔ کیا مسلمان ہونا اور اسلامی قانون کا نفاذ اتنا ہی بڑا جرم ہے کہ اقوام متحدہ بھی ان کے ساتھ مل جائے اور خوراک اور دوائیاں تک روک دی جائیں۔ انسانی حقوق کی علمبردار تنظیمیں کیوں خاموش ہیں افغانوں پر ان ناجائز پابندیوں پر اسلام دشمنی میں سب کافر ایک ہیں۔ دنیا بوسینیا کیوں بھول گئی ہے۔ کہاں تھے یہ امن اور مذہبی رواداری کے ٹھیکیدار جب وہاں حاملہ مسلمان عورتوں کے پیٹ سے بچے نکال نکال کر شہید کئے گئے۔ جس حاملہ عورت پر یہ شک بھی گزرتا کہ اس کی پچھلی دو نسلوں میں بھی کوئی مسلمان تھا اس کے پیٹ میں بچے کو نکال کر مار دیا جاتا۔ اقوام متحدہ خاموش رہی۔ تب کیوں پابندیاں نہ لگیں۔ عراق پر پابندیاں لگیں کتنے بچے اور عورتیں بھوک افلاس اور علاج میسر نہ آنے پر موت کی آغوش میں چلے گئے۔ آج کی خبر ہے کہ عراق میں پینتالیس لاکھ مسلمان بچے دوائیاں میسر نہ آنے کی وجہ سے موت کی آغوش میں جا سکتے ہیں۔ امریکہ برطانیہ آج بھی وہاں بمباری کرتے اور بے قصور مسلمان عورتوں اور بچوں کو شہید کر دیتے ہیں اقوام متحدہ خاموش رہتی ہے اسے صرف ان بے جان بتوں سے ہی ہمدردی ہے۔ اور بھولے مسلمان اسی اقوام متحدہ سے کشمیر اور فلسطین کی آزادی کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ ہمیں کب ہوش آئے گی۔ اور کب سمجھ آئے گی کہ کافر کبھی مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔

وزیر داخلہ معین الدین حیدر وفد لے کر افغانستان جا رہے ہیں تا کہ افغان حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ بت شکنی سے رک جائے کیا یہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسلامی ملک اور اسلامی حکومت ہے۔ کیا بطور مسلمان ہمیں یہ حرکات زیب دیتی ہیں۔

سب سے بڑی خبر اور المیہ یہ ہے کہ مملکت اسلامیہ پاکستان نے بھی اس بت شکنی پر احتجاج کیا ہے اور افغان حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ گناہ نہ کرے بت شکنی کے اس گناہ سے رک جائے۔

ہمارے وزیر خارجہ نے باضابطہ اپیل کی ہے خلیفہ عمر سے کہ یہ بت توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اس سے باز آجائے کیا ہم پھر بھی خود کو مسلمان سمجھتے ہیں اس بت شکنی کو مذہبی رواداری کے پردے میں روکنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ بے نظیر بھٹو جو دو مرتبہ اس اسلامی ملک کی وزیر اعظم رہ چکی ہیں۔ روزانہ بیان دے رہی ہیں کہ بت شکنی بہت زیادتی ہے وہ صرف امریکہ کو یہ بتانا چاہتی ہیں کہ میں لبرل ہوں مجھے پھر موقع ملنا چاہئے۔ کل ہی کی بات ہے جب بھارت میں بابری مسجد شہید کی جارہی تھی تو کہاں تھے یہ مذہبی رواداری کے ٹھیکیدار۔ اقوام متحدہ، یونیسکو اور امریکہ بہادر کسی نے نہ روکا کہ یہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے اس کی تاریخی حیثیت ہے۔

اب بتوں کو توڑنے کا اعلان کیا گیا ہے ساری دنیا احتجاج کر رہی ہے۔ بتوں کی قیمت دینے کی باتیں ہو رہی ہیں لالچ دیئے جارہے ہیں۔ لیکن آفریں ہے اس مرد مجاہد پر ملا محمد عمر پر انہوں نے واشگاف کہہ دیا ہے کہ یہ بت جہاں بھی جائیں گے ان کی پرستش ہوگی۔ لہذا ان کو اپنے پیغمبر برحق کی سنت کی پیروی میں ضرور توڑا جائے گا تا کہ لوگ اپنے مالک خالق کی پرستش کریں۔

سومنات پر جب سلطان محمود غزنوی حملہ آور ہوا اور سب سے بڑا بت توڑنا چاہا تو اسے بھی بڑے لالچ دیئے گئے تھے۔ وہاں کے پنڈتوں نے ہیرے جواہرات سے بھرے خزانے پیش کئے تھے لیکن سلطان نے انسانوں کو بتوں کی پرستش سے روکنے کے لئے بت توڑ دیا اور رہتی دنیا تک اس کا نام ایک بت شکن کی حیثیت سے لیا جاتا رہے گا۔

اقوام متحدہ کا ادارہ یونیسکو بھی افغان حکومت کو بتوں کی بھاری قیمت پر فروخت کرنے کے لئے آمادہ کر رہا ہے اور بھی طرح طرح کے لالچ دیئے جارہے ہیں۔ مذہبی رواداری کے علمبردار بھی اس بت شکنی کو روکنے کے لئے میدان میں ہیں۔

انہیں کشمیر و افغانستان میں بھوک زدہ لوگ نظر کیوں نہیں آتے صرف اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کی خیر ہے لیکن بے جان بت نہیں ٹوٹنے چاہئیں۔

اور دھمکیاں دی جارہی ہیں لیکن اللہ کے اس بندے خلیفہ محمد عمر میں اتنی اخلاقی جرات اور ہمت ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے سب کچھ ٹھکرا دیا ہے اور بت مسمار کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ کیا ہو گیا ہے ہمارے ان مسلمان حکمران کو جو اس نیک عمل کو روکنے کی اپیلیں کر رہے ہیں۔ کاش یہاں پاکستان میں اسلامی حکومت ہوتی۔ اسلامی نظام حاکم ہوتا ایک افغان اسلامی ریاست بننے میں ایک رکاوٹ ہم بھی ہیں ہم نے بھی افغانوں کو اس وقت تک جہاد میں مدد فراہم کی جب تک امریکہ کا مفاد اس میں تھا۔ جب امریکہ نے افغانوں سے نظریں پھیر لیں تو ہم نے بھی انہیں بے یارو مددگار چھوڑ دیا۔ آج پوری کافر دنیا اس اسلامی مملکت کو ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ عیسائی اور یہودی یہ جانتے ہیں کہ دنیا میں کہیں بھی ایک اسلامی ملک بن گیا تو پھر پوری دنیا کے لئے ایک مثال بن جائے گا اس بے چین اور بے امن دنیا کو اسلامی نظام کی خوبیاں اپنی طرف متوجہ کرلیں گی اس لئے وہ کسی بھی طرح اسلامی ریاست بننے سے روکنا چاہتے ہیں اور ہم بھی خاموش ہیں۔

ہمیں کھل کر افغان حکومت کی مدد کرنی چاہئے اور اعلان کرنا چاہئے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ ہمیں امریکہ کو خوش کرنے کے لئے بتوں کو مسماری سے بچانے کے لئے اپیلیں نہیں کرنی چاہئیں۔

جن کو بتوں سے ہمدردی ہے ان کو افغانوں پر دنیاوی ضروریات کے لئے پابندیاں لگانے کا بھی حق نہیں ہے۔ انہیں جیتے جاگتے انسانوں کی ضرورتوں کا احساس کیوں نہیں ہے۔ انہیں اس شدید سردی اور برفباری کے موسم میں افغانوں پر پابندیاں لگانے کا بھی حق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سب دیکھتا ہے کل افغانوں کی جرات اور عمل اور ہماری اپیلیں دونوں پیش ہوں گی۔ کیا جواب ہوگا کہ جی ہم امریکہ کے ہاتھوں مجبور تھے۔ ہم اپیلیں امریکہ کو خوش کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ کیا جواب ہوگا ہمارے پاس اللہ تعالیٰ اس نیک عمل میں افغانوں کی مدد فرمائے۔

ہمیں تو مسلمان ملک ہونے کا ثبوت دینا چاہئے۔ ہمیں تو اس نیک عمل میں افغانوں کا مددگار ہونا چاہئے۔ افغان ہماری جنگ لڑ رہے ہیں ہماری سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اللہ ہمیں توفیق دے افغانوں کا ساتھ دینے کی اور اللہ تعالیٰ اس نیک عمل میں افغانستان کو کامیاب کرے۔ آمین۔

غیر معمولی ایکس فیکٹر جوزف ایس فارلینڈ

تحریر۔ عبدالرحمن میاں

اللہ ظفر الطاف کا بھلا کرے وہ پاکستان ابزور کے صفحات پر خوراک میں قومی خود کفالت کے موضوع پر ایک جہاد کر رہے ہیں۔ ان کی حفاظت کے لئے بھی دعا کرنا ضروری ہے کیونکہ مافیا کے مفاد کے خلاف کوئی مہم جوئی خطرے سے خالی نہیں۔ ڈاکٹر ظفر نے اپنے اقتباسات میں اس بات کو عیاں کیا کہ جنرل ایوب کو Bostan Univesity کے کسی پروفیسر نے صنعتی ترقی کے سبز باغ دکھا کر گمراہ کیا یہ سوچنا پڑتا ہے کہ ظفر نے مستند ریکارڈ سے یہ خبر حاصل کی ہوگی کیونکہ بذات خود وہ کم عمر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس پروفیسر سے ذاتی طور پر ناواقف ہیں۔ آپ کے مصنف (عبدالرحمن میاں) کے لئے یہ حقیقت ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ وہ اس کے عینی شاہد ہیں کیونکہ ایسی بہت سی خفیہ تقاریب کو انہوں نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔

جیسا کہ یہ حقیقت کہ سکندر مرزا کے صاحبزادے نے ایک امریکن سفاتکار کی بیٹی سے شادی کی۔

جیسا کہ کراچی ہوائی اڈے کے رن وے کی وقتی بندش نے دنیا بھر میں دھوم مچا دی اور جس دو درجن سے زیادہ گواہوں کے بیانات قلمند کئے جا چکے ہیں جنہوں نے تسلیم کیا کہ انہوں نے میاں نواز شریف کے احکامات کے تحت اس واقعے میں شمولیت اختیار کی جس میں ان عینی شاہدوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ 12 اکتوبر کی اس کارروائی کا مقصد PK805 کو جو کولمبو سے جنرل پرویز مشرف اور دیگر 197 مسافروں کو لے کر کراچی کی طرف رواں تھی کو اترنے سے روکنا تھا اور یہ کہ پاکستانیوں کی ایک کثیر تعداد نے اس رات کے واقعے کو ایک غیبی مدد تصور کیا اور اس کے بعد سے وہ اس کے خوشگوار اثرات کے ظہور کے منتظر ہیں۔ ہم صرف امید کر سکتے ہیں کہ ان کو خوشیاں میسر آئیں۔

اور یہ کہ کراچی ہوائی اڈے کو 1960 کے عشرے میں ہنگامی طور پر بہتر Upgrade کرنا پڑا کیونکہ ملکہ الزبتھ تشریف لا رہی تھیں اور وہ وقت کے مشہور جہاز COMMET IV میں سفر کر رہی تھیں جس کے لئے ایک بہتر رن وے درکار تھا اور یہ کہ اس رن وے کی توسیع VINNEL Corporation نے جو مکمل طور پر ایک امریکن ایجنسی کا ذیلی ادارہ ہے جس کو عموماً "The Company" کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

ڈاکٹر ظفر نے ایک خاص مقصد کے تحت اس ICA کمپنی کا حوالہ دینے سے گریز کیا جو صدر کینیڈی کا پاکستان کو خاص تحفہ تھا۔ دی انٹرنیشنل کواپریشن ایجنسی سے ملایا جا سکتا ہے جو کہ پہلے ہی پاکستان میں اپنا وسیع جال پھیلا چکی تھی اور یہ PL 480 اور USAID پروگراموں کے علاوہ PL 480 کو پاکستان کے خوراک کی ضروریات کو "پر" کرنے میں کارفرما ہے۔ ڈاکٹر ظفر نے اپنے مضمون کو (X-Factor) ایکس فیکٹر کے منفرد عنوان سے نوازا ہے اور اپنی سوچ اور اپنے خیالات کی بھرپور عکاسی کی ہے جس کے تحت ان کی نظر میں قوم کی وجہ زوال و انتشار ہمارے اپنے ذاتی نقائص ہیں اگرچہ ان کے کالم بعنوان "Fluid (Ferocious) & Supple" سے جواب در جواب کی ایک بوچھاڑ شروع ہوگئی۔

پاکستانی سیاست میں غلاظت اور گراوٹ کی ایک اہم وجہ بیرونی X-Factors بھی ہیں جن کا سرچشمہ ہیں ایکسیلینسی جوزف ایس فارلینڈ جو کہ ایوب خان کے دور میں امریکہ کے خاص مختار کل سفیر تھے۔ ICA کے پاس ایک مکمل بھرپور ایجنڈا تھا جس کا ایک خاص پہلو سیم اور تھور کا مسئلہ تھا انہوں نے اس کی Field Investigation اپنے ہی فنی ماہرین سے کروائی اور یہ فیصلہ دیا۔ کہ سیم اور تھور کے مسئلے کو

www.naqshbandiaowaisiah.com

عمودی طریق کار سے زمین دوز پانی کے نکاس سے قابو کیا جاسکتا ہے۔مثلاً بڑے ٹیوب ویلز کی تنصیب۔

یہ ایک اتفاق تھا کہ ایک امریکن ٹیوب ویل کے ٹھیکیدار کو انہی دنوں ہندوستان میں اپنی کارروائی روک دینے اور ملک سے باہر جانے کا حکم ہوا اس امریکن ٹھیکیدار نے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنی کمپنی کے متعلق تعارفی جائزہ غلام فاروق خان جو اس وقت مغربی پاکستان کے چیئرمین واپڈا تھے کے سامنے پیش کیا جناب غلام فاروق خاں صاحب نے امریکن ٹھیکیدار کو اس بات پر بھی قائل کیا کہ وہ M/s Greaves Crompton جو کہ ان کی ملکیتی کمپنی تھی کو پاکستان میں اپنا ایجنٹ مقرر کریں۔ اس امریکن ٹھیکیدار نے SCARP1 PROJECTS کے نام سے سب سے پہلے ٹھیکے کے معاہدے پر دستخط کئے جو امریکی ماہرین (consultant) کی نگرانی میں تیار کیا گیا جس کی تفصیلات (specification) ایسی تھیں جو صرف امریکی ٹھیکیدار کی مشینری اور سامان پر پوری اترتی تھیں اس ٹھیکیدار کو بغیر ڈیوٹی کے اپنا تمام سامان اور مشینری منگوانے کی اجازت مل گئی۔ ایک 4Wheel drive جیپ بھی نہایت ارزاں قیمت پر یعنی صرف 7000 روپے میں اسے پڑتی تھی اور اس کی ادائیگی کی شرائط بھی اتنی سہل تھیں کہ اس ٹھیکیدار کو کسی بھی امریکی انشورنس کمپنی نے ایک معمولی سا Fidelity bond بنا کر پیش کرنے پر کروڑوں روپوں اور ڈالروں کی ایڈوانس Payment کام شروع کرنے سے پہلے ہی مل گئی۔ پاکستان کی سرزمین پر مقامی مزدوروں سے کھدائی کروائی گئی اور اس ٹھیکیدار کو ادائیگی ڈالروں میں کی گئی۔ گارنٹی شدہ Irrevocable L.C. واپڈا نے ٹھیکیدار کو دی تاکہ وہ اپنی مرضی کے بیوپاریوں سے مقامی مارکیٹ سے سامان اور مشینری خرید سکے۔

ظاہر ہے کہ ان سکارپ پراجیکٹس کے لئے ماسوائے امریکن کمپنیوں کے کوئی مقامی کمپنی یا سروسز مہیا کرنے والے ادارے واپڈا کی نظر میں اس قابل نہ سمجھے گئے کہ وہ ان Usaid کے پروجیکٹس میں شامل ہو سکیں ایک نیا پروجیکٹ ڈائریکٹریٹ بنایا گیا جس کا مقصد ان پروجیکٹس پر نصب ٹیوب ویلز اور مشینری کی دیکھ بھال کرنا تھا کیوں کہ ٹیوب ویلز میں لوہے کے mild steel فلٹر استعمال کئے گئے تھے جو کہ کمپنی کے maintenance period کے ختم ہونے کے ساتھ ہی زنگ آلودہ ہو کر ناکارہ ہونا شروع ہو گئے اور ستم ظریفی یہ کہ امریکی ٹھیکیدار کو سیکورٹی کی رقم بھی واپس دے دی گئی۔ لائلپور تھرمل پاور سٹیشن تعمیر کے مراحل میں تھا اور اس کے لئے صاف پانی کی ضرورت تھی اس پراجیکٹ پر Canadian Consultant نے اپنی آسانی کے لئے Scrap ٹیوب ویلز کی ہی Specifications کو اپنایا مگر ادائیگی پاکستانی کرنسی میں ہونا تھی۔

ایک پاکستانی کمپنی نے حوصلہ مندی سے کام لیتے ہوئے اس contract معاہدے پر کام کرنے کی خواہش ظاہر کی وہ بھی مقامی کرنسی کی ادائیگی پر۔ یہ کام اتنا چھوٹا تھا کہ اس کی طرف ''معتبر'' ہستی کی توجہ مبذول ہی نہ ہوئی۔ اس کینیڈین کنسلٹنٹ کو پہلے سے متنبہ بھی نہ کیا گیا تھا لہٰذا یہ ٹھیکہ پاکستانی کمپنی کو مل گیا۔ اسی اثنا میں ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کر دیا کینیڈین ماہرین تو کام چھوڑ کر اپنے ملک سدھار گئے لیکن اس پاکستانی ٹھیکیدار نے black out کے باوجود کام مکمل کیا بعد میں اس پاکستانی contractor کو احساس ہوا کہ جو کام اس نے دوران جنگ نامساعد حالات کے باوجود مقررہ وقت میں کیا وہ کام جنگ کے بعد بھی کیا جاسکتا تھا کیونکہ کینیڈین consultant اپنے پروجیکٹ بند کر کے جنگ کی وجہ سے اپنے ملک جا بیٹھے تھے۔ بہر حال جب امریکن کینیڈین واپس آئے تو پاور پروجیکٹ کے ریذیڈنٹ انجینئر کو فوری طور پر بغیر کسی مناسب وجہ دیئے ہوئے واپس بھجوا دیا گیا۔ پاکستان کا اصل امتحان تو ابھی ہونا تھا۔ کامیابی سے پاور ٹیوب ویل لگانے کے بعد پاکستانی ٹھیکیدار نے اپنے ڈیزائن کے بنائے ہوئے پاکستانی سامان کے ساتھ scarp1 ٹیوب ویل بدلنے کا کام سرانجام دینے کے لئے scarp 1 Dirctorate کو درخواست دی۔

اس وقت تک وہ مشہور امریکی ٹھیکیدار

www.naqshbandiaowaisiah.com

واپس پاکستان آ چکا تھا مگر ساتھ ہی ایک پاکستانی C.S.P افسر فتح محمد بندیال بھی کینیڈا سے کورس کر کے لوٹ چکے تھے مسٹر بندیال scarp1 کے پراجیکٹ ڈائریکٹر بنائے گئے جبکہ ٹیوب ویلز تبدیل کرنے کے کام میں کوئی غیر ملکی کرنسی ادا نہیں کی گئی اور کام بھی معمولی نوعیت کا تھا مگر جیسے ہی پاکستانی ٹھیکیدار نے serious bid دی مسٹر فتح محمد بندیال کو متعلقہ منسٹر صاحب نے فوراً لاہور جمخانہ کے ٹینس کورٹ پر تنبیہ کی۔ مسٹر فتح محمد بندیال نے اپنی ذاتی جرات اور حب الوطنی کے جذبے کی وجہ سے اپنے معاشی مستقبل کے خطرات کو نظر انداز کرتے ہوئے پاکستانی کمپنی کو ٹھیکہ دے دیا۔

خواتین و حضرات میں پورے وثوق سے یہ حقیقت بیان کرتا ہوں کہ ٹیوب ویلز کی تاریخ کے اعداد و شمار سے یہ ثابت ہے کہ پاکستان تب سے اب تک تقریباً 1000 ملین ڈالر کی رقم بچا چکا ہے اور وہ صرف بندیال صاحب کے اس دلیرانہ اقدام سے تمام تھنک ٹینک کے منصوبے جو بن چکے ہیں یا زیر تعمیر ہیں اس ایک اہم قدم کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو کہ 35 سال پہلے اٹھایا گیا۔ کیا کوئی مجھے بتا سکتا ہے فتح محمد خاں کا موجودہ پتہ؟ جبکہ بہت وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ مجھ سے زیادہ اس پتے کی ضرورت شدت کے ساتھ حکومت کو ہونی چاہیے۔

مصنف نے ایک خط بذا جوزف ایس فارلینڈ کو لکھا جو کہ گرائمر کی غلطیوں سے بھرپور تو ہو سکتا تھا مگر حقائق پر مبنی تھا۔ مگر ایک غلطی دانستہ طور پر کی گئی تھی وہ کہ خط شہنشاہ جوزف ایس فارلینڈ کے نام بھیجا گیا تھا۔

قارئین متوجہ ہوں

۱۔ ''المرشد'' کے ماہانہ، سالانہ اور تاحیات نرخ تبدیل ہو گئے ہیں۔ جس کی تفصیل رسالہ کے شروع میں دے دی گئی ہے۔

۲۔ شمارہ ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں پوسٹ کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں اگلے ماہ کی پہلی تاریخ تک بذریعہ خط شکایت بھجوائیں۔ اس کے بعد ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

۳۔ ایڈریس کی تبدیلی کی صورت میں اپنا خریداری نمبر یا نئے ایڈریس کے ساتھ پرانا ایڈریس ضرور لکھیں۔

۴۔ سالانہ خریداری کی فیس ختم ہونے کی صورت میں شمارے کے لفافے پر لکھے ہوئے ایڈریس کے نیچے مہر لگی ہوتی ہے، یہ ضرور چیک کر لیں۔

۵۔ ہر شمارہ کے لفافہ پر لکھے ہوئے ایڈریس کے اوپر تجدید لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ شمارہ کب تک جاری رہے گا۔ چیک کر لیں کہیں آپ کی سالانہ فیس ختم تو نہیں ہوگئی۔

۶۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی لفافہ جس پر فریسندہ کا ایڈریس لکھا ہو، ساتھ بھیجیں

۷۔ ''المرشد'' کے اجرا کے لئے، دیر سے ملنے یا نہ ملنے کی صورت میں درج ذیل ایڈریس پر خط لکھیں۔

ماہنامہ ''المرشد'' اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ، لاہور۔

۸۔ حضرت جی (امیر محمد اکرم اعوان) سے رابطہ کیلئے درج ذیل ایڈریس پر خط لکھیں۔

دارالعرفان۔ منارہ، ضلع چکوال۔

۹۔ اشاعتی امور کے لئے درج ذیل پتہ استعمال کریں۔

ماہنامہ ''المرشد'' اے۔ ٹی۔ ایم بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ۔ فیصل آباد۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ کی باتیں

تحریر۔ ڈاکٹر ظہور الحق

سورہ کہف آیت ۱۰۹ میں ارشاد ربانی ہے۔

قل لوکان البحر مداد لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی و لو جئنا بمثلہ مددا

صاحب اسرار التنزیل نے اسکا مفہوم اس طرح بیان فرمایا ہے۔

تو آپ کہہ دیجئے کہ اگر سمندروں کو بطور سیاہی استعمال کیا جا سکے تو اللہ کی شان اور اس کے اوصاف و کمالات کا احاطہ نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ لکھتے لکھتے نہ صرف سمندر ختم ہو جائیں بلکہ اتنے اور سمندر بھی اس میں شامل کر لئے جائیں۔

اسی مفہوم کی ایک اور آیت سورہ لقمان کی آیت ۲۷ ہے جس کا ترجمہ ہے۔ اگر ایسا ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر دوات بن جائے جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں لکھنے سے ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ بڑا زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

زیر نظر مضمون میں اللہ رب العزت کی الٰہی کی انہی باتوں کا ایک اجمالی جائزہ محض سائنسی نکتہ نظر سے پیش کیا جا رہا ہے۔ چند دیگر آیات کا بھی حوالہ موقع کی مناسبت سے دیا جائے گا۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں کسی آیت کی تفسیر پیش کرنا مقصود نہیں کیونکہ تفسیر کے لئے جن علوم کا جاننا ضروری ہے راقم الحروف ان میں سے کسی ایک کا بھی حامل نہیں بلکہ سائنس کے ایک طالب علم کی حیثیت سے اللہ پاک کی عظمت، علم و حکمت اور قدرت کاملہ کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کرنا مطلوب ہے۔

اس مرحلہ پر قارئین کرام کو سائنس سے روشناس کروا دینا مناسب ہوگا۔ سائنسی طریقہ کار یہ ہے کہ کسی چیز کا مشاہدہ کیا جائے۔ اس کی مختلف حالتوں میں پیمائش کر کے اعداد و شمار اکٹھے کئے جائیں اور تیسرے اور آخری مرحلے میں ان اعداد و شمار کا تجزیہ کر کے اس سے کوئی نتیجہ اخذ کیا جائے۔ جن چیزوں کی بالکل سمجھ نہ آئے ان کے متعلق کوئی نظریہ گھڑا جاتا ہے اور مختلف دلائل سے اس نظریہ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو چیز دکھائی نہ دے اور اس کی پیمائش نہ کی جا سکے اس کے متعلق سائنس کوئی رائے نہیں دے سکتی جیسے روح، انسانی جذبات، برزخ اور آخرت وغیرہ۔

انسانیت کو تمام علوم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بذریعہ انبیائے کرام عطا فرمائے گئے۔ بعثت نبوی ﷺ کے وقت سائنس کا یا تو وجود ہی نہیں تھا یا بہت کم شعبوں میں کوئی معلومات تھیں جو گذشتہ انبیائے کرام کے ادوار سے چلی آ رہی تھیں۔ پھر آقائے نامدار ﷺ پر قرآن پاک نازل ہوا جو کہ تمام علوم کا ماخذ ہے اور سائنسدانوں کو اس سے قیامت تک نئی ریسرچ کرنے کے لئے رہنمائی ملتی رہے گی۔ مثال کے طور پر سورہ یٰسین آیات 37-40 میں بتایا گیا ہے کہ اجرام فلکی میں ہر ایک کا ایک مدار اللہ پاک نے متعین فرما دیا ہے اور وہ مقررہ چکروں میں تیر رہے ہیں۔ اسی سے علم فلکیات وجود میں آیا اور سائنسدانوں نے مختلف اجرام فلکی کا بغور مطالعہ کیا۔ طاقتور دوربینیں ایجاد ہوئیں اور کئی ستاروں اور سیاروں کا پتہ لگایا گیا اور ابھی اس شعبہ میں مزید کام ہو رہا ہے جس سے اللہ پاک کی بنائی ہوئی وسیع کائنات اور اس کی قدرت کاملہ کے مظاہر سے آگاہی ہوتی جا رہی ہے۔

جناب امیر محمد اکرم اعوان کا ارشاد ہے کہ اگر دنیاوی علوم سے آگاہی ہو تو دینی علوم کی جلد سمجھ آ جاتی ہے۔ چونکہ ظاہری علوم کی وجہ سے انسان کی دیکھنے، سوچنے، غور و فکر کرنے اور نتائج اخذ کرنے کی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے اسی کے نتیجے میں دینی علوم کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ محض دنیاوی علوم سے آگاہی بغیر ایمان کے کسی فائدے کا باعث نہیں لیکن مسلمان سائنسدان کائنات کے سربستہ رازوں کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ سکتا ہے کیونکہ اللہ پاک کے مظاہر قدرت

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے آگاہی اس کے ایمان میں مزید اضافہ کا سبب بنتی جاتی ہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ 24-1-99 میں صفحہ نمبر 3 پر ایک خبر چھپی ہے جس کے مطابق سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ کائنات میں 125 ارب کہکشائیں ہیں۔ ہر کہکشاں کروڑوں ستاروں پر مشتمل ہے۔ ہمارا سورج ایک درمیانہ سائز کا ستارہ ہے۔ اس خبر سے یہ اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ کائنات کتنی وسیع و عریض ہے اور پوری کائنات کے مقابلے میں ہمارے کرہ ارض کا کیا سائز ہے۔ مزید آسانی کے لئے نظام شمسی کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے سورج کا قطر 13 لاکھ 92 ہزار کلومیٹر ہے۔ اس کے گرد 9 سیارے گردش کرتے ہیں جن میں سے ایک زمین بھی ہے۔ مندرجہ ذیل جدول پر ایک نظر ڈالئے۔

ان اعداد و شمار سے نظام شمسی کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سیاروں کے چاند بھی ہوتے ہیں جو کہ ان سیاروں کے گرد ہی گردش کرتے رہتے ہیں۔ زمین کا چاند زمین سے تین لاکھ ۸۴ ہزار کلومیٹر کے اوسط فاصلے پر اپنے محور کے گرد اپنا ایک چکر 27 دن 7 گھنٹے 43 منٹ اور 11.5 سیکنڈ میں پورا کرتا ہے۔ جبکہ قمری مہینے کی لمبائی 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 2.8 سیکنڈ ہے۔ اتنے وقت میں چاند زمین کے گرد پورا چکر مکمل کرتا ہے۔

ان اعداد و شمار کے پیش کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اللہ پاک نے کس قدر نظم و ضبط اور کمال کے ساتھ ہر ستارے، سیارے اور چاند کی حرکت مقرر فرمائی ہے اور اس میں بھی حکمت کے ساتھ ان کے ذمے بنی نوع انسان کی خدمت کے کام لگا دیئے ہیں جو کہ یہ اجرام ہمیشہ سے کرتے چلے آ رہے ہیں اور جب تک اللہ کا حکم ہوگا کرتے رہیں گے۔ اللہ کی عظمت کے ان مظاہر کو دیکھ کر عقل کے اندھے ہی ایمان لانے سے قاصر رہتے ہیں حالانکہ انہیں بھی اللہ نے دیکھنے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں دوسروں کے برابر ہی عطا فرمائی ہیں۔

اب کائنات سے زمین کی طرف واپس آتے ہیں۔ زمین کا وزن 5972 بلین۔ بلین ٹن ہے یعنی اس عدد کے بعد 16 صفر لگانے ہیں۔ زمین اپنے مدار پر سورج کے گرد جو چکر لگاتی ہے اس چکر کی کل لمبائی 938900000 کلومیٹر ہے اور زمین کی حرکت کی رفتار 72360 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے جو کہ اللہ کی قدرت کے باعث ہمیں بالکل

نام سیارہ	قطر کلومیٹر میں	سورج سے فاصلہ ملین کلومیٹر میں	محور کے گرد گردش کا وقت	سورج کے گرد گردش کا وقت	رفتار کلومیٹر فی سیکنڈ
عطارد	4880	57.9	56.8 دن	88 دن	48
زہرہ	12102	108.0	243 دن	225 دن	35
زمین	12756	149.6	24 گھنٹے	365.25 دن	20.1
مریخ	6790	227.9	24 گھنٹے	687 دن	24
مشتری	142800	778.3	10 گھنٹے	11.86 سال	13
زحل	120000	1427.0	10 گھنٹے	29.5 سال	10
یورینس	50800	2870.0	17.3 گھنٹے	84 سال	7
نیپچون	48600	4497.0	15 گھنٹے	165 سال	5
پلوٹو	3000	5900.0	6.4 گھنٹے	248 سال	5

www.naqshbandiaowaisiah.com

ٹھہری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ سمندروں میں پانی کی مقدار 1.4 ارب کیوبک کلومیٹر ہے اور اللہ پاک کے فرمان کے بموجب اگر 2.8 ارب، کلومیٹر روشنائی ... اس سے اللہ کی باتیں لکھی جائیں تب بھی یہ روس [illegible] جائے گی اور اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ یہ فرمان سو فی صد درست ہے لیکن ہمیں فوری طور پر یعنی عقل کی رو سے سمجھ نہیں آتا اس لئے کہ ہمیں اللہ کی عظمت کا احساس نہیں۔ سمجھانے کے لئے میں ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

مٹی چار اجزاء سے مل کر بنتی ہے ان میں سے ایک نامیاتی مادہ ہے جو پودوں کے اگنے کا باعث بنتا ہے۔ اسی میں بیکٹیریا بھی ہوتے ہیں جو نامیاتی مادے کو توڑ پھوڑ کر پودوں کی جڑوں میں جذب کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ ایک گرام مٹی جس کا حجم پیراسیٹامول کی ایک گولی کے برابر فرض کر لیں، اس میں دس لاکھ سے لے کر کئی ارب تک کی تعداد میں بیکٹیریا موجود ہوتے ہیں۔ ہر بیکٹیریا ایک سیل پر مشتمل علیحدہ جاندار شے ہے اور اس کا اپنا لائف سائیکل ہے اور فزیالوجی ہے۔ ہر بیکٹیریا کی پیدائش سے موت تک صرف زمین کی مٹی کے بیکٹیریا کو مکمل طور پر بیان کیا جائے تو مندرجہ بالا مقدار میں روشنائی صرف اس ایک حقیری شے کے متعلق لکھنے پر صرف ہو جائے گی۔ باقی چیزوں کے بارے میں تفصیلات تو ایک طرف رہ گئیں۔ چونکہ اللہ پاک کو کائنات کے ہر ذرے کے بارے میں مفصل طور پر علم ہے اور ہر چیز پر اسے پوری قدرت حاصل ہے اور اسی کے متعین کردہ ... کے مطابق ہر شے کی پیدائش اور موت ہے اس سے ... کا مکمل احاطہ انسانی عقل کے لئے ممکن نہیں ہو ... صرف اس اعتبار سے ہے جو کہ اشیاء سائنس کے طریقہ سے انسانی مشاہدہ میں آئی ہیں۔ جو چیزیں انسانی نظروں سے پوشیدہ ہیں ان کی تفصیلات یقینی طور پر پہلی قسم کی اشیاء سے زیادہ ہوں گی۔

جو چیزیں ظاہری آنکھوں سے نظر آتی ہیں ان کے متعلق بھی سائنس کو پوری تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔ مثلاً پودوں کی جڑوں سے پانی کس طرح ان کی چوٹی تک پہنچتا ہے، صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کے بارے میں چار یا پانچ نظریات قائم کئے گئے ہیں جن کو ملا کر اس عام سی چیز کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح میڈیکل سائنس کی اس قدر ترقی کے باوجود خود انسانی اعضا کے افعال کے متعلق بھی ابھی تک پوری طرح سے معلومات حاصل نہیں کی جا سکیں۔ مثلاً ابھی ہی معلوم نہیں کیا جا سکا کہ کس طریقہ سے پیشاب مثانے میں جمع ہوتا ہے اور کن افعال کے نتیجے میں مثانے سے باہر نکلتا ہے۔

سورہ شعرا آیت نمبر 7 اور 8 میں فرمان باری تعالیٰ ہے کہ کثیر تعداد میں نباتات زمین پر پیدا فرمائی ہیں۔ اس ضمن میں سائنسدانوں کو یقین ہے کہ نباتات کی کل تعداد 50 لاکھ سے 3 کروڑ اقسام تک ہے لیکن اب تک صرف 16 لاکھ پودوں کی اقسام دریافت کر کے ان کے نام رکھے گئے ہیں۔ باقی ابھی نامعلوم لیکن اللہ تعالیٰ کو نہ صرف ان تمام اقسام کی نباتات پودے کی ساری اناٹومی کا علم ہے بلکہ ہر قسم کے ہر ... آگاہ ہے۔ اس نوع کی تمام معلومات ہی بھی قلم بند کیا جا سکے تو اس میں بھی روشنائی کے سمندر ختم ہو جائیں گے۔

اعداد و شمار تو اور بھی بہت ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لئے اپنی گزارشات کو اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اللہ پاک ہمیں اپنی عظمت، بڑھائی، بزرگی، سمیع و بصیر اور باریک بین ہونے کی صفات سے سرفراز فرمائے اور ایسی بندگی اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے جس کا وہ مستحق ہے۔ ہمارے گناہوں سے صرف نظر فرمائے اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کا کامل اتباع نصیب فرمائے۔ آمین۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

سالِ نو۔ ایک دُعا

میں اک شہرِ پُر جمال کا مکیں تھا
جو رسموں رنگوں نغموں اور قدروں کا امین تھا
مرے قلب و نظر کے آئینہ خانے میں اب بھی
وہی رنگین مناظر جاگزیں ہیں
سوچ کے غارِ حرا میں جیسے
یاد کے جگنو چمک رہے ہیں
____ اجنبی جزیروں سے شہرِ آرزو کا جب
دل میں خیال آتا ہے
سوچتا ہوں آخر کیوں
فصلِ گل میں بھی ہر سمت خامشی کا مسکن ہے!
ہے شجر شجر گم سُم اور کلی کلی گریاں!
کیوں خوشی گریزاں ہے
زندگی ہے کیوں حیراں!
____ کیوں لبوں پر سکوت طاری ہے
آج ہر شے ہے کیوں بے نور
کیوں محبت کی راہ بھول گئے
بھائی بھائی سے کیوں ہوا ہے دور
سوچتا ہوں کہ آخر کب
بارشِ سنگ یہ ختم ہوگی
بے اماں رات یہ ختم ہوگی
____ آج ماضی کے دریچوں سے ذرا جھانک تو لیں
اور پھر عمر کے سود و زیاں کا
کریں کچھ تو حساب
یہ مرا جسم کہ اک خزاں گزیدہ شجر ہے
کتنے موسموں کے زخم
اس کو اور کھانے ہیں
ایک موہوم مسرت کے تعاقب میں اسے
کب تلک اور بھٹکنا ہے ابھی
کیا خبر کیا ہے پسِ پردہ شب
کیا خبر کیا ہے مرے عزمِ سفر کا انجام
____ حصارِ ذات سے باہر نکل کر دیکھو ذرا
کبھی یہاں سے ہی اک قافلہ بھی گزرا تھا
حق و صداقت کے پاسباں قلندروں کا
وہ قافلہ اب بھلا کدھر ہے
جوہر و حسرت، شورش و ظفر کا قافلہ کدھر ہے
وہ نوجواں سالارِ عرب کدھر ہے!
جو ساحلِ مالابار سے
اک بچی کی آواز پر لبیک، کہہ کر تڑپ اٹھا تھا
غازی علم دین جیسے عاشق کدھر ہیں
سید احمد کی مثل شہیدانِ رنگین قبا کدھر ہیں؟
آج گمنام شہیدانِ وطن کی روحیں
وطن کے دشمن منافقوں سے پوچھتی ہیں
محبتوں کے چراغ کس نے بجھا دیے ہیں
کوئی تو اہلِ نظر بتائے
یہ راہبر ہیں کہ راہزن ہیں
جو راہ میں کانٹے بچھا رہے ہیں۔
____ کیوں کر کہوں نیا سال مبارک!
جب راتیں سنسان اور راہیں ویران ہیں
جب دھرتی کے سینے پر دکھوں کا بوجھ ہے
جب چہروں پر منافقت اور دلوں میں نفرت کی دھول ہے
صداقتوں پر یقین نہیں ہے
قیادتیں معتبر نہیں ہیں!!
تو ایسے عالم میں یہ دُعا ہے
اے سالِ نو۔ ہمیں وہ میرِ کارواں عطا کر
جو ہر غم کو بھلا دے
بانگِ درا سنا دے!
پریت ہمیں سکھا دے
دلوں کو گرما دے!

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

www.naqshbandiaowaisiah.com

من چلے کا سودا

وہ عادل کتنا کریم ہے کہ اس نے انسان پر خیر و شر کی راہیں واضح کر کے یہ اس پہ چھوڑ دیا کہ وہ اس میں سے اپنی پسند کی راہ منتخب کرلے تاکہ اس سے اس کی اپنی پسندیدہ راہ کے مطابق سلوک کیا جائے

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان واہ فیکٹری

اعوذ باالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. و ضرب الله مثلا رجلين احد هما ابكم لا يقدر على شیء وهو كل على موله...... وهو على صراط مستقيم.

خداوند علیم و خبیر نے مثال دیکر اپنے بندوں کو سمجھایا ہے کہ جس طرح روزمرہ کی زندگی میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں، پوری دنیا کو اگر ہم تقسیم کریں تو اسی طرح دو طرح کے لوگ پائے جائیں گے۔ ایک طبقہ دوسرے سے صفات میں، حالات میں، عادات میں علیحدہ ہوگا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا اختیار کچھ بھی نہیں جو کسی کی مملوک ہیں، غلام ہیں، بندھے ہوئے ہیں، ان کا کسی بات پر اختیار نہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جنہیں اللہ کریم نے اختیار دیئے ہیں جو اپنی پسند سے گزر بسر کرتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں نہیں جاتے، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں تو اللہ کریم فرماتا ہے یہ دو طبقے کبھی ایک جیسے نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ایک طبقہ کو کوئی اختیارات نہیں اس کے پاس کوئی ہدایات نہیں اس کے پاس کوئی طریقہ کار نہیں وہ مملوک ہے، غلام ہے۔ کس کا؟ اپنے نفس کا، اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں اور اگر اس کا اپنا اختیار ہوتا تو جب وہ بے حیائی کو برا سمجھتا ہے تو پھر بے حیائی کیوں کرتا ہے؟ اس پہ کوئی چیز ایسی سوار ہے کسی ایسی چیز کے تابع ہے، کسی ایسی چیز نے اسے غلام بنا رکھا ہے کہ باوجود نہ چاہنے کے وہ کرتا ہے۔ اب شراب پینے والا جانتا ہے کہ میں مال ضائع کر رہا ہوں وقت ضائع کر رہا ہوں صحت برباد کر رہا ہوں لیکن پیتا ہے کیوں پیتا ہے وہ کسی کے ماتحت ہے کسی کا مملوک ہے کسی کا غلام ہے عقل اسے سمجھاتی ہے اس کا جی نہیں چاہتا کہ وہ دولت کو ضائع کرے وہ اپنے اوقات کو برباد کرے وہ نہیں چاہتا کہ اس کی بے عزتی ہو وہ نہیں چاہتا کہ معاشرے میں وہ بری طرح سے بری نگاہ سے دیکھا جائے اور برے لوگوں میں شمار ہو لیکن وہ مملوک ہے نا کسی کا اور جو اس کا مالک ہے وہ حکم دیتا ہے کرو وہ کرتا ہے جو عزتیں نیلام کرتے ہیں وہ اسے اچھا پیشہ تو نہیں سمجھتے وہ جانتے ہیں کہ لوگ ہمارے محلے علیحدہ بنا دیں گے ہمارے گھر گاؤں شہر سے علیحدہ ہوں گے اور ادھر سے ہر گزرنے والے کو بھی بدکار سمجھا جائے گا خواہ کوئی نیک آدمی اس گلی میں گزر جائے۔ وہ شہر والے محلے والے دیکھنے والے یہ کہیں گے یہ بھی بدکار ہے۔ کوئی ذی ہوش انسان اتنی لعنت اتنی پھٹکار اور مخلوق کی اس قدر نفرت خریدنا پسند کرتا ہے؟ طبعاً نہیں چاہتا لیکن مجبور ہے اس کا اپنا اختیار نہیں اس نے نفس کی غلامی قبول کرلی۔ افرء یت من التخذ الهه هويه۔

کیا آپ نے دیکھا ان لوگوں کو جو اپنے نفس کی عبادت کرتے ہیں اسے معبود مان لیا ہے۔ تو کسی آدمی کے سامنے نفس مجسم ہوکر کھڑا نہیں ہوتا کہ وہ اس کے سامنے سجدہ کرتا ہے تب خدا نے کہا ہے۔ نہیں، عبادت نام ہے بات کو ماننے کا نہ صرف نماز عبادت ہے نہ صرف روزہ عبادت ہے نہ صرف زکوٰۃ عبادت ہے نہ صرف حج عبادت ہے بلکہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر جب تک ہوش قائم ہے اس وقت تک بات کو ماننا عبادت ہے اور بات کو چھوڑ دینا نافرمانی ہے۔ نماز کیوں پڑھتے ہیں اللہ کا حکم ہے پڑھو بات مان لی۔ اسی طرح معمولات روزہ مرہ میں لین دین میں بیع و شرائع میں، اٹھنے بیٹھنے میں کھانے پینے میں حتیٰ کہ بات کو مان کر پیشاب کرنا عبادت ہے۔ یہ طریقہ تلاش کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم دیا ہے کس طرح سے

دیا گیا۔ اسے میں نے زبان دی ہے اسے صرف عقل دی ہے۔ رہنے بسنے کی اسے عقل دی ہے۔ دینی اور دنیا دونوں کی۔ اسے عقل دی ہے معرفت الٰہی کی اور پھر میں نے اس میں انبیاء بھیجے اس پر کتابیں نازل کیں اس کی اصلاح کے اسباب بنائے اس کو ذکر کی قوت دی اس کو فکر کی قوت دی اور اس کے دل میں وہ قوت رکھی کہ مجھے میری ذاتی تجلیات کو نہ زمینیں سما سکتی ہیں نہ آسماں سمو سکتا ہے لیکن بندہ مومن کے دل میں میں نے وہ قوت رکھی۔

رنگینیاں سمیٹ کر دونوں جہان کی
سب کو ملا کے اک دل مومن بنا دیا

ساری خدائی میں ایک ایک صفت ہے کھانے میں کوئی ایک وصف ہے خوراک بنتی ہے کھانے کا یہی وصف ہے پھولوں میں حسن ہوگا۔ غنچوں میں تازگی ہوگی کھیتوں میں سبزہ ہوگا آسمانوں کے پاس رفعت اور بلندی ہوگی۔ زمین کے پاس فروتنی ہوگی جنت میں نعمتیں ہونگی عرش عظیم کے پاس عظمت ہوگی لوح محفوظ کے پاس علم ہوگا لیکن بندہ مومن کا دل ان تمام چیزوں کا جامع ہوگا۔

رنگینیاں سمیٹ کر ہر دو جہان کی
سب کو ملا کے اک دل مومن بنا دیا

الحمدللہ! اللہ فرماتا ہے میں نے اسے یوں بنایا اور اس نے زندگی گدھوں کی طرح کتوں کی طرح خنزیروں کی طرح بسر کی یہ چوپایہ نہیں ہے۔ بل ھم اضل بلکہ اس سے گیا گزرا ہے چوپائیوں میں استعداد نہ تھی اس میں استعداد تھی اور یہ استعداد ضائع کرکے درندہ بن گیا تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔ ارے تمہارے سامنے نقشہ پیش کر دیا اس بندے کا جو غلام ہے کسی کا اس کا اپنا اختیار نہیں ہے وہ آپ کچھ نہیں کر سکتا نفس نے نکیل ڈال رکھی ہے اور دوسری طرف دیکھو قدامت پسند ملا کی تعریف بھی سنو فرماتے ہیں اللہ کریم اور دوسری طرف میرا وہ بندہ ہے جسے میں نے پاک طیب اور طاہر رزق دیا ہے جس کا جسم پاک جس کا لباس پاک جس کی غذا حلال جس کے مکان حلال جس کا مال حلال جس کی عورت منکوحہ جس کی اولاد صالح۔ وہ کسی کا احسان نہیں مانتا یہ نعمتیں تو اسے میں نے دی ہیں ارے کتے تو بندے بندے کے آگے سر ٹیکتا ہے اور اس کا ماتھا میری بارگاہ میں جھکتا ہے تو ہر اونچی چیز سے ڈرتا ہے تو سورج دیکھ کے ڈرتا ہے تو پہاڑوں کے آگے سجدے کرتا ہے تو درختوں کی پوجا کرتا ہے تو آگ کو دیکھ کے مرتا ہے اور تو دریاؤں کے آگے ہاتھ باندھ کے کھڑا ہوتا ہے ارے ذلیل کتے تو اسے دیکھ جس کے حکم پر پہاڑ جنبش میں آجاتے ہیں جس کے اشارے پر آسمان بارشیں برساتے ہیں جو حکم دیتا ہے یہاں برسو وہاں برسو۔

ارے جس کی ایک انگلی پر چاند کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور جس کے ایک اشارے پر سورج پلٹ آتا ہے اسے یہ نعمتیں یہ طاقتیں، یہ کرامات، یہ عظمتیں، یہ رفعتیں، یہ بلندیاں کس نے دیں اسے تو بڑے لوگوں کا احسان ماننا پڑا ہوگا بڑے لوگوں کی منت کرنی پڑتی ہوگی فرمایا نہیں ارے کتے تو نے مجھے چھوڑا نفس کی غلامی کی میں نے تجھے ذلیل سے ذلیل مخلوق کے سامنے سر ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ دیکھا ہے اپنا حال اور جس نے ساری خدائی کو چھوڑا میری غلامی کی میں نے ساری کائنات کو حکم دیا تو اس کی غلام ہو جا۔ سیدی ابراہیم ادھم بیت اللہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے تو کسی نے پوچھا حضرت جو قطب ہیں ہمارے اس دور کے انہیں ملنا ہو تو آپ اس کی کوئی ایسی کرامت نقل فرما دیں مجھے کہ میں پہچان لوں تو فرمانے لگے اللہ کریم اپنے ان بندوں کو جن کو مناصب دیتا ہے وہ قوت دیدیتا ہے کہ اگر وہ پہاڑ کو کہہ دیں کہ اے جبل حرکت میں آجا، تو پہاڑ حرکت میں آجائے۔ یہ پچھلی بات آپ نے نہیں کی اشارہ کیا حرکت میں آجا تو پہاڑ لرزنے لگ گیا تو آپ نے فرمایا میں تجھے نہیں اس آدمی کو خطاب کر رہا ہوں اسے تو قدامت پسند سمجھتا ہے اور اپنی بیوی اپنی بیٹی اپنی بہو غیروں کو جنہوں نے شراب پی رکھی ہوتی ہے دکھا کے اپنے کو ترقی پسند کہتا ہے۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

جن لوگوں کو ہم نے اپنے پاس سے پاک طیب طاہر حلال رزق دیا وہ کون لوگ ہیں؟ یاد رکھو یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری زندگی محمد رسول اللہ کے اتباع میں گزرتی ہے جو قوت حلال ہیں اب جو زکوۃ ادا کرتے ہیں، حج ادا کرتے ہیں، اللہ کی بارگاہ میں سجدے کرتے ہیں جن کے گھروں میں فواحشات نہیں ہوتیں تو جتنا جتنا اتباع رسالت پناہی کو چھوڑ دیں گے اتنا ان کا رزق بھی آلودہ ہوتا جائے گا اس میں سے طہارت اور پاکیزگی نکلتی چلی جائے گی۔ پھر میرا وہ بندہ اعلانیہ بھی خفیہ بھی سارا میری راہ پہ لگاتا ہے اللہ تیری راہ پہ کب لگاتا ہے کپڑے تو خود پہنتا ہے، بیوی بچوں اپنوں کو کھلاتا ہے مکان اپنے لئے بناتا ہے دکان اپنی چلاتا ہے زمین

اپنے لئے خریدتا ہے اور تو فرماتا ہے وہ خفیہ خرچ بھی میرے لئے ہی کرتا ہے اور ظاہر بھی میرے لئے تیرے لئے تو وہ اڑھائی پرسنٹ زکوٰۃ دے دیتا ہے۔ وہ مکان بناتا ہے محمد رسول اللہؐ سے پوچھ کر تو اس کا مکان بنانا میری عبادت ہے۔ وہ لباس پہنتا ہے محمد رسول اللہؐ کی اجازت سے اس کا لباس پہننا میری عبادت۔ وہ نکاح کرتا ہے سنت رسول مقبولؐ کے مطابق اسکا نکاح کرنا میری عبادت، وہ بیوی بچوں کو اس لئے کھلاتا ہے اور اس طرح کھلاتا ہے جس طرح آقا نے حکم دیا ہے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا میری عبادت۔ فھو ینفق وہ خرچ کرتا ہے انفاق ہوتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا وہ اس رزق سے خرچ کرتا ہے۔ سراو جھراً پوشیدہ بھی ظاہر بھی ھل یستون انصاف تو کرلے کیا یہ دونوں طبقے برابر ہیں اب چن اپنے لئے پھول یا خار تو وھدینه السبیل و اما شاکرا و اما کفورا۔ جو طرف پسند آتی ہے ادھر پھر جا بھائی دنیا میں تجھے اختیار ہے جو سمت جو راستہ جو فریق تجھے اچھا لگتا ہے ادھر چلا جا فرمایا الحمدللہ! سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ان دونوں میں بیّن فرق بیان فرمایا الحمدللہ تمام خوبیاں تمام اچھائیاں تمام بھلائیاں۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

دنیا ساری کھلونا ہے تمام خوبیاں اسی کو بجتی ہیں۔ سب خوبیاں اسی کو سزاوار ہیں الحمدللہ سب احسانات اس کے ہیں یہ بھی اس کا احسان ہے جس طرح چھوٹے بچوں کو ان کے بزرگ پیار سے بٹھا کر سمجھایا کرتے ہیں کتنے مزے سے کتنے پیار سے کتنی مہربانی اور شفقت سے مثال اللہ کریم نے بیان فرمائی پھر فرماتے ہیں یاد رکھ یہ ضلالت تو ہوئی ناں ہوگئی یہ تو ہوگئی ناں اس کے بعد انہیں میرے پاس آنا ہے اور میرے پاس ان کی جو ہوگی پذیرائی وہ کیسے ہوگی۔ ضرب اللہ مثلا الرجلین اللہ کریم دو آدمیوں کی مثال بیان فرماتا ہے دو انسانوں کی دو بندوں کی۔ احدھما ابکم لا یقدر علی شی۔ ان میں سے ایک گونگا ڈورا نہ سنتا ہے نہ بیان کرتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ بھالتا ہے آنکھیں بند، زبان بند، بہرہ ہے گونگا ہے۔ وھو کل علی مولہ۔

دونوں ایک مالک کے پاس ہیں اب دوسرا سنتا بھی ہے مالک کی بات اپنی جو ہے اسے عرض بھی کرتا ہے اور یہ کیا ہے نہ مالک کا حکم سنتا ہے نہ اپنی بات اسے بتاتا ہے کھاتا ہے اس کا لباس اس سے لیکر پہنتا ہے، گھر کے اس میں رہتا ہے کمرہ خراب کرتا ہے غذا لیتا ہے تنخواہ لیتا ہے نہ بات کرتا ہے نہ اس کی سنتا ہے اور دوسرا جو ہے وہ تو اللہ کریم کی تمام باتیں بھی سنتا ہے اپنی اسے عرض بھی کرتا ہے کام اس کے حکم کے مطابق کرتا ہے اور یہ جو ہے لا یقدر علی شیء کر ہی کچھ نہیں سکتا اس نے آنکھیں بند کرلیں زبان بند کرلی اب نہ مالک کا حکم سنتا ہے نہ خود دیکھ سکتا ہے نہ بات بیان کرسکتا ہے پھر جدھر جاتا ہے۔ جو کام کرتا ہے اسے بگاڑ کے رکھ دیتا ہے کھانا کھاتا ہے تو برتن خراب کرتا ہے کھانا خراب کرتا ہے کپڑا پہنتا ہے تو کپڑا اچھا بھلا ہے اسے نجس کردیتا ہے سوتا ہے تو بستر کو خراب کرتا ہے اٹھتا ہے تو لوگوں کو گالیاں بکتا ہے جو کام جو کام بھی کرتا ہے کسی میں بھلائی نظر نہیں آتی۔ ھل یستوی۔ ھو و من یامر بالعدل و ھو علی صراط مستقیم اب خود سوچ لو دوسرا وہ ہے جو تمام کام اعتدال سے کرتا ہے اللہ کریم سے پوچھ کر اللہ کے پیغمبر سے پوچھ کر اللہ کی کتاب سے پوچھ کر کرتا ہے اور یہ ترقی پسند وہ ہے جو گونگا ہے بہرہ ہے نہ خدا سے بات کرتا ہے نہ خدا کی سنتا ہے جدھر جاتا ہے بگاڑ دیتا ہے اس نے محلوں کو بگاڑا شہروں کو بگاڑا بستیوں کو اجاڑا ملکوں کو برباد کیا اور اب پوری دنیا کو تباہ کررکھا ہے۔ دنیا میں کہیں امن نہیں رہنے دیا اس نے۔ ایٹم بم بنتے ہیں امن کی چیز کوئی نہیں بنتی راکٹ برستے ہیں انسان اغوا ہوتے ہیں گولیاں چلتی ہیں آگ لگتی ہے ڈاکے پڑتے ہیں عصمتیں لوٹی جاتی ہیں۔

خون انسان آج پانی سے بھی ارزاں

یہ اسی گونگے بہرے کے کام ہیں۔ این مایوجھه لایات بخیر جدھر جاتا ہے کام بگاڑ کر آجاتا ہے۔ ھل یستوی کیا یہ اس کے برابر ہے من یامر بالعدل جو کام اعتدال سے کرتا ہے انصاف سے کرتا ہے اللہ کی رضا کے مطابق کرتا ہے جہاں جاتا ہے بہار آجاتی ہے جہاں جاتا ہے سکون ملتا ہے جہاں جاتا ہے انصاف ہوتا ہے۔ جہاں جاتا ہے عدل قائم ہوتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ انصاف خدا نے ہم پہ چھوڑ دیا ہے۔ سکون ملتا ہے جہاں جاتا ہے انصاف ہوتا ہے جہاں جاتا ہے عدل قائم ہوتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ انصاف خدا نے ہم پہ چھوڑ دیا ہے جو پسند آئے اس طرف چلے جاؤ۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

درخواست بنام "شاہ امریکہ"
برائے تقرری بطور وزیر اعظم پاکستان

تحریر۔ محمد مسعود اختر

بخدمت اقدس مالک اوامرنواہی ،ظل الٰہی ، بندہ پرور، بلند اختر ، غریب نواز وکارساز، عالی مرتبت، سلطان ابن سلطان، حاکم ابن حاکم، شاہ ابن شاہ حضور قبلہ جارج ڈبلیو بش زینت تخت سلطنت امریکہ

عالی جناب۔

جان کی امان طلب کرنے کے بعد بندہ درگاہ اپنے حالات اور دل کی بات اس عرضداشت کے وسیلہ سے آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہے۔ آپ سخی ہیں، سخی کی اولاد ہیں۔ اس حقیر کو یقین ہے کہ جھولی بھر دیں گے۔

ظل الٰہی۔

آپ جانتے ہیں کہ بندہ آپ کی سلطنت میں شامل ایک چھوٹے مگر منہ زور ملک پاکستان کا رہائشی ہے۔ بندہ سخت نادم ہے اور یہ اعتراف کرتا ہے کہ اس کی بے پناہ کوششیں پاکستان کو ایٹمی دھاکوں سے روکنے کے باب میں انتہائی ناکافی ثابت ہوئیں اور سلطنت امریکہ کو ایک چھوٹے ملک کی طرف سے حکم عدولی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اس حادثہ کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مذہبی انتہا پسندوں نے عوام کی بڑی تعداد کو رام کرلیا ہے اور یہ لوگ اہم ملکی فیصلوں پر بری طرح اثر انداز ہورہے ہیں۔ اب جبکہ پاکستان ایٹمی قوت بن ہی چکا ہے آپ کا یہ غلام اپنی ہر حیثیت میں یہ بھرپور کوشش کرے گا کہ مختلف حیلوں سے اس قوت کو ایک ایسی صلاحیت میں تبدیل کردے جس کا استعمال ناممکن ہوجائے۔

ملک میں بنیاد پرستوں کو جو رسوخ حاصل ہو چکا ہے اس کے خلاف آپ کے خادم کی کاوشیں اپنے روشن خیال معاصرین میں حد درجہ نمایاں ہیں۔ بندہ مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے متعلق اختلافی رائے کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ بہت سے طے شدہ دینی امور کو متنازعہ بنانے میں آپ کے غلام نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمسایہ ملک کی جاہل، اجڈ اور انسان دشمن طالبان حکومت کے خلاف بندہ کے نظریات اور بیانات قومی اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ملک کی مذہبی جماعتیں آپ کے اس خادم کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہیں کیونکہ بندہ مذہب اور سیاست کو دو الگ چیزیں تصور کرتا ہے۔ آپ کے وفادار کو توہین رسالت ایکٹ سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ غلام عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کا پیدائشی حامی ہے۔ افغانستان پر اقوام متحدہ کی پابندیاں اس کے دل کی آواز ہیں۔ یہ خادم دن رات دعا کرتا ہے کہ اسامہ جلد از جلد آپ کے ہاتھ آئے۔

غریب نواز!

مسئلہ کشمیر پر بندہ کا موقف سلطنت امریکہ کی پالیسیوں کے عین مطابق ہے۔ یقین جانئے یہ غلام جہاد کو فساد اور مظلوم کی حمایت کو کھلی

www.naqshbandiaowaisiah.com

مذہبی غیرت کا فقدان

تحریر۔ لطیف اللہ خان نیازی ضلع میانوالی

دنیا بھر کے مسلمان ہر جگہ غیروں کی تہذیب اپنانے میں آگے آگے ہیں خصوصاً یورپ کی تہذیب کو دل سے لگا کر اور اسے اپنا کر فخر کرتے ہیں۔ یہی حال اہل پاکستان کے ماڈرن اور لبرل طبقہ کا ہے جو نقل اور تقلید میں آگے آگے ہے۔ یہ لوگ کچھ بھی ہوں آخر مسلمان ہیں اور پاکستانی بھی۔ دنیاوی معاملات میں تقلید کوئی بری بات نہیں لیکن غیروں کے خاص مذہبی شعار کی تقلید کرنا اور اسے بڑے اہتمام سے منانا میرے خیال میں گمراہی اور مذہبی غیرت کے فقدان کو ظاہر کرتا ہے۔ یا تو قوم کو پتہ نہیں کہ ہم کیا ہیں اور کیا تھے یا شاید جس طرح ہم معاشی طور پر مقروض ہو چکے ہیں اسی طرح ذہنی طور پر مقروض ہو گئے ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا بس ہر ایک کی نقل مارے جا رہے ہیں اور بھیڑ چال چل رہے ہیں۔ میں ان تہواروں کا ذکر کرتا ہوں جن کو ہم بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں اور سب کے سب غیروں کے ہیں۔

بسنت جس کو آج کل جشن بہاراں کا نام دیا جا رہا ہے خالص ہندو تہوار ہے جو پاکستان میں بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے، ٹی وی کی کوریج نے اس کو قومی تہوار کا درجہ دے دیا ہے۔ ہر سال کئی گھرانوں کے چشم و چراغ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور کئی حادثات کا شکار ہو کر ساری زندگی کے لئے معذور ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات بجلی کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے جس سے کئی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس تہوار پر جو وقت اور پیسہ کا ضیاع کیا جاتا ہے اگر یہی رقم ہم نیک کاموں پر خرچ کریں تو ثواب کے علاوہ کئی بیماروں، بے بسوں، یتیموں اور بیواؤں کا بھلا ہو سکتا ہے۔ دیکھا گیا کہ اکثر لوگ صدقات خیرات اور زکوٰۃ دینے میں پس و پیش کرتے ہیں لیکن ایسے بے مقصد کاموں پر لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ مذہب سے بیزار لوگ جو حج اور عمرہ کو رقم کا ضیاع اور نماز کو وقت کا ضیاع کہتے ہیں ایسے بے مقصد تہواروں کے خلاف کیوں آواز بلند نہیں کرتے۔

Happy New Year شروع سال کی آخری رات کو اور نئے آنے والے سال کو خوش آمدید کہنے کے لئے رات بارہ بجے ہمارے نوجوان یہ پروگرام بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں جو کہ یورپ کی تقلید ہے۔

Ist April Day اس دن بھی ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں کے پرانے طالب علم اپنے نئے ساتھی طالب علموں کو انتہائی اذیت ناک اور پریشان کن خبریں سنا کر خوشی محسوس کرتے ہیں جو کہ غیروں کی نقل ہے۔

ویلنٹائن ڈے خالص یہودی تہوار ہے جس کو پچھلے دو سال سے ہمارے پریس نے متعارف کرایا ہے ایسا لگتا ہے کہ یہودی لابی سے متاثر حضرات ایک خاص منصوبہ کے تحت پاکستان میں متعارف کروا رہے ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے اہل پاکستان اس تہوار سے لاعلم اور ناواقف تھے اس تہوار میں نوجوان لڑکے نوجوان لڑکیوں کو پھولوں کا تحفہ دے کر اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں دوسرے لفظوں میں پاکستانی نوجوانوں میں بے راہ روی کو عام کرنے کی سازش ہے۔

جشن نو روز۔ یہ تہوار بھی یمن کے مشہور دشمن اسلام یہودی عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کا ہے ایران میں یہ تہوار بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے پاکستان میں بھی بعض علاقوں میں لوگ یہ تہوار مناتے ہیں۔

کرسمس۔ ہر سال ۲۵ دسمبر کو کرسمس کارڈ بھیجنے کا رواج بڑھ رہا ہے جو کہ خالص عیسائی تہوار ہے۔

سالگرہ۔ یہ بھی مغربی تہذیب کی نقل ہے پاکستان میں صاحب حیثیت لوگ اپنی پیدائش کے دن ہر سال کیک کاٹ کر یہ دن مناتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمیں اپنی اسلامی ثقافت اور کلچر کا علم نہیں شاید اس لئے احساس کمتری میں ہنود اور یہود کی تہذیب کی تقلید کرتے ہیں اگر ہمیں اپنی

www.naqshbandiaowaisiah.com

ثقافت کا شعور ہوتا تو ہم مسلمان اپنی تہذیب پر عمل کرتے اور اس کو فخر کے ساتھ اقوام عالم کے سامنے پیش کرتے لیکن افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کا ماڈرن طبقہ اسلام کی ابتدائی تعلیمات سے بھی ناواقف ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے اسلامی سال کے بارہ ماہ کے نام یاد نہیں، نماز جنازہ یاد نہیں، بعض حضرات کو غسل جنابت کا صحیح علم نہیں جو ابتدائی بات ہے۔ جن مسلمانوں کو ایسے ابتدائی احکام کا پتہ نہیں وہ اسلام کی تعلیمات پر خاک عمل کرے گا۔ لیکن اس کے برعکس اسی طبقہ کے لوگوں کو مغرب کے بارے میں اتنی معلومات ہیں کہ ان سے منی انسائیکلوپیڈیا تیار ہوسکتا ہے۔

سارا قصور عوام کا بھی نہیں ہے۔ ہمارا معاشی اور بنکنگ کا نظام یہودیوں سے امپورٹڈ ہے، نظام سیاست یورپی سیاست کے ماڈل کا کارٹون ہے۔ اس سے بڑھ کر ہمارا نظام تعلیم لارڈ میکالے کا منظور شدہ ہے جس کے تحت کئی قسم کے نظام تعلیم رائج ہیں جن میں یکسانیت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قومی وحدت کہاں سے آئے اور قومی جذبہ کیسے پیدا ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ قوم کی اصلاح اور تربیت کسی نہ نہیں کی نہ سیاسی لیڈروں نے نہ مذہبی لیڈروں نے۔ سیاست جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھ میں رہی ان کا منشور کا پہلا نکتہ یہ رہا کہ اقتدار حاصل کرو یا صاحب اقتدار کے حاشیہ نشین بن کر ذاتی مفاد حاصل کر کے دولت اکٹھی کرو۔ ان کی سیاست کا دوسرا نقطہ یہ ہے کہ قوم کو پسماندہ اور جاہل رکھا جائے تاکہ وہ سکون کے ساتھ لوٹ مار کرسکیں۔ مذہبی طبقہ نے بھی قوم کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دی۔ اس طبقہ کے ایک گروپ نے مذہب کو کاروبار بنا رکھا ہے اور اسلام کے نام پر مسائل میں الجھا کر اسلام کی صحیح روشنی سے دور رکھا اور سادہ لوح مسلمانوں سے پیٹ بھرنے اور جیب بھرنے کا دھندا شروع کر رکھا ہے اور قوم کو دھمالوں اور قوالوں کے حوالے کر دیا ہے۔ مذہبی جماعتوں کے سربراہ اسلام کے نفاذ کے Issue کو آڑ بنا کر چندے اور کھالیں حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے۔ یہ ان کی گیم جاری رہے گی کیونکہ اسلام کے لئے یہ لوگ مخلص نہیں اگر مخلص ہوتے تو متحد ہو جاتے اور ان کا مقصد یعنی اسلام کا نظام نافذ ہو جاتا۔

قومی پریس میں قلم کو بیچنے والے صحافی چھا گئے انہوں نے صرف اہل اقتدار کی مدح وثنا کے لئے کالم لکھنا اپنا مشن سمجھا ہے۔ ٹی وی نے پاکستانی قوم کو کرکٹر اور ڈراموں کے فنکار پیدا کرنے اور فحاشی پھیلانے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے ایسی صورت حال میں قوم کدھر جائے۔

آج ساری دنیا میں مسلمان ذلیل وخوار، پسماندہ اور ظلم وتشدد کا شکار ہیں ان کا معیار زندگی بالکل پست ہے۔ بنیادی سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے اذیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں غیر مسلم متحد ہو کر ہر جگہ مسلمانوں پر ظلم وستم کر رہا ہے اور ہم ہیں کہ ان کے تہوار منا رہے ہیں۔ انہی کے متعلق علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

درخواست برائے دعائے مغفرت

سلسلہ کے پرانے اور صاحب مجاز ساتھی میجر احمد خاں وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تقویم الدین اویسی کے والد اسلام الدین خٹک قضائے الٰہی سے انتقال کرگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی اعجاز احمد (گوجرانوالہ) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی ہیں۔ ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی حاجی حمید اللہ مینگل نوشکی، ضلع چاغی۔ بلوچستان کے والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر محمد نواز ڈھلی تلہ گنگ کی والدہ محترمہ رضائے الٰہی سے فوت ہوگئی ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایڈیٹر کی ڈاک

ترتیب۔ سرفراز حسین

O.... سب سے زیادہ خطوط جناب میجر حافظ غلام قادری صاحب نے راولپنڈی سے لکھے ہیں۔ کچھ مضامین کی تعریف کی ہے، اداریہ کو سراہا ہے۔ کچھ تجاویز ارسال کی ہیں اور کچھ شکوے شکایات جو ان کی ''المرشد'' سے گہری وابستگی کے عکاس ہیں۔ سلسلے کے ایک ساتھی کی وفات کی اطلاع بھی دی گئی ہے۔ ان کی تجاویز ہم نے نوٹ کر لی ہیں جو آئندہ ہمارے کام آئیں گی۔ ان کا ایک مضمون شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ امید ہے آئندہ وہ ہمارے کام سے مطمئن ہوں گے۔

O.... مسز سطوت ذوالقرنین نے برطانیہ سے ایک نظم ارسال کی ہے۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

یہ ظلم و جور مٹانے کو پھر سے ہم نکلیں
منارہ نور بنانے کو پھر سے ہم نکلیں

O.... مسز عائشہ سطوت نے انگلینڈ سے کنزالطالبین سے اقتباس بھیجا ہے۔ عنوان ہے ''ذکر میں کمی'' وجوہات، علامات''

O.... آٹھ صفحات پر مشتمل ایک ساتھی نے ایک مضمون بھیجا ہے جس میں حضرت جی کی فیصل آباد میں متوقع آمد پر خوش آمدید کہا گیا ہے اور ملکی وسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ساتھی نے مضمون میں اپنا نام نہیں لکھا۔

O.... ذوالقرنین حیدر نے فوجی حکومت کے ایک سال کے دورانیہ پر بحث وتنقید کی ہے اور نفاذ اسلام کا مطالبہ کیا ہے۔

O.... محمد آصف شہزاد نے کبیر والا سے ایک نظم ''اے جگنو'' بھیجی ہے جس میں جگنو سے کہا گیا ہے کہ ''روشنی میں رہنا سیکھو'' کہ تیرے سینے میں ہے اک روشنی'' آصف صاحب! اگر جگنو ہی روشنی میں آ گیا تو اندھیروں میں روشنی کون کرے گا۔

O.... محمد یعقوب قسمانی صاحب نے ڈیرہ غازی خان سے ''کیا پاکستان میں اسلامی انقلاب ممکن ہے'' پر بحث کی ہے اور بجا طور پر تفرقہ بازی کو نفاذ اسلام میں ایک رکاوٹ قرار دیا ہے۔

O.... انجینئر عبدالرزاق نے ٹوبہ سے اپنا کلام بھیجا ہے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

ٹوٹا ہے رشتہ جب سے حرم کا
نشانہ ہے ہر جا تو تیغ ستم کا

O.... ڈاکٹر ظہور الحق نے اپنے ایک مضمون میں اجرام فلکی اور قرآنی آیات کو Discuss کیا ہے۔ مضمون کا نام ہے ''اللہ کی باتیں''

O.... محمد اکرم بٹ نے گجرات سے ''خیمہ بستی کے مکین'' کے عنوان سے اپنے جذبات، خیالات اور کیفیات کا اظہار کیا ہے۔

O.... خادمان خاتم النبیین نے کراچی سے پاکستان کی حکومت اور فوج پر قادیانیوں کا قبضہ کے عنوان سے ایک مضمون بھیجا ہے۔

O.... محمد خالد نے لودھراں سے ''مومن اور کافر کا فرق'' کے عنوان سے ایک مضمون بھیجا ہے۔

O.... سردار محمد فیض آزاد کشمیر سے لکھتے ہیں کہ ملک میں اسلامی نظام رائج کیا جائے تا کہ پاکستان بنانے کا مقصد حاصل ہو سکے۔

O.... مسز گیلانی نے حضرت جی کے نام دو خطوط بھیجے ہیں جس میں کچھ تجاویز، کچھ کیفیات اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے بارے میں Appreciation شامل ہے۔ ان خطوط میں کچھ مشورے بھی دیئے گئے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلم لیگ کو متحد کیا جائے اور دھڑے بندیوں کا شکار ہونے سے بچایا جائے۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا۔

O.... لطیف صاحب لاہور سے تجویز کرتے ہیں کہ ہر مضمون نگار کا ایڈریس مضمون کے آخر میں دیا جائے۔

O.... نذیر احمد کا بھلوال سے ایک مضمون ''من الظلمت الی النور'' موصول ہوا ہے۔ باری پر